

ختم نبوت اور
فضیلت محمدی
صلی اللہ علیہ وسلم
کے موضوع پر
نہایت جامع و
محققانہ کتاب

تخذیر الناس

از حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی
مع تنکھاء
حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی

دارالاشاعت

اردو بازار، کراچی ۱ فون ۲۶۳۱۸۶۱

إِنَّمَا هُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ

الحمد لله والمنتهى كرمه رسالة مؤلف جناب مولانا محمد قاسم صاحب مدظلہ
مذہب توحید و مزیل التہامی اور موضع اثر ابن عباس مسی تہ

تخذیر التاکس

از حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم ناتوتوی

تختہ نبوت اور فضیلت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم
کے موضوع پر نہایت جامع و محققانہ کتاب

مع تمکک

از حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کلندھلوی

ناشر

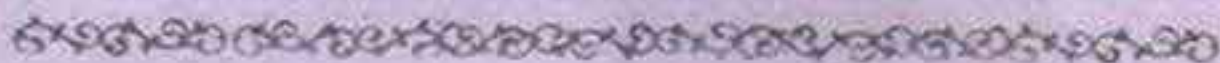
دارالاشاعت

لہور ۲۱۴۶۸

10 - الکریم پور، اردو بازار لاہور
Ph: 7228272-7228196

طبعہ سید احمد شہید

باہتمام محمد رضی عثمانی
ناشر دارالاشاعت کراچی
طباعت مشہور پریس کراچی
قیمت :



ملنے کے پتے

دارالاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی
مکتبہ دارالعلوم ڈاک خانہ دارالعلوم کراچی ۱۳
ادارۃ المعارف ڈاک خانہ دارالعلوم کراچی ۱۳
ادارۃ اسلامیات ۱۹ انارکلی - لاہور

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۰	آنحضرت کی عظمت شان	۳	استفتاء
۲۱	[روایت حضرت عبداللہ ابن عباس کی تحقیق]	۴	خاتم النبیین کے معنی
۲۲	کمال نبوت امر بسیط نہیں ہے	۶	نبوت کمالات علمی میں سے ہے
۲۸	[آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا باقی تمام انبیاء واسطہ قیض میں مستقل بالذات نہیں]	۹	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نبوت وصف ذاتی ہے
۲۹	[آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکی نبوت خدا اور اسکی شراکت کے برابر نہیں آسکتی]	۱۰	دین محمدی کے مؤخر ہونے کی وجہ
۳۱	خلاصہ تقریر خلاصہ دلائل	۱۱	ختم نبوت کو تاخر زمانی لازم ہے
۳۲	تفسیر بالرائے کا مفہوم	۱۱	تقدم ذاتاخر کا مفہوم
۵۰	دوسرے جوابیہ از علامتہ عربی میں لکھنؤ	۱۲	[آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا حقیقی مفہوم اور اسکے دلائل]
۵۳	نکدہ از مولانا محمد ادریس کاندھلوی	۱۸	سات آسمانوں اور زمینوں کی حقیقت
۵۹	صوفیائے کرام اور مسئلہ ختم نبوت	۲۰	[آسمانوں کی آبادی میں افضلیت و عاکمیت]
۵۹	شیخ محمد الدینی ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ	۲۱	[ساتوں زمینوں کی آبادی میں افضلیت و عاکمیت]
۶۲	صوفیائے کرام کے شطیبات	۲۲	سلسلہ نبوت کے مراتب
۶۴	آئمہ رضاعان صاحب بریلوی کی	۲۴	ایک اشکال کا ازالہ
	علمی دیانت کا ایک نمونہ	۲۷	تساہ بین السموات والارض کی حقیقت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس باب میں کہ زید نے بہ تنفع ایک مال کے جس کی تصدیق ایک مفتی مسلمین نے بھی کی تھی دربارہ قول ابن عباسؓ موجود منشور وغیرہ میں ہے۔ ان اللہ خلق سبعہ ارضین فی کل ارض آدم کا دمک و فوحا کنوحکم ابراہیم کا براہیمکم و عیسیٰ کیسا کہ ونجی کنبتیکم کے یہ عبارت تحریر کی کہ میرا یہ عقیدہ ہے کہ حدیث مذکور صحیح اور معتبر ہے۔ اور زمین کے طبقات جدا جدا ہیں۔ اور ہر طبقے میں مخلوق خدا ہے اور حدیث مذکور سے ہر طبقہ میں انبیاء کا ہونا معلوم ہوتا ہے لیکن اگرچہ ایک ایک خاتم کا ہونا طبقات باقیہ میں ثابت ہوتا ہے۔ مگر اس کا مثل ہونا ہمارے خاتم النبیین صلعم کے ثابت نہیں۔ اور نہ یہ میرا عقیدہ ہے۔ کہ وہ خاتم مائل آنحضرت صلعم کے ہوں اس لیے کہ اولاد آدم جس کا ذکر و لفظ کو متناجی آدم میں ہے۔ اور سب مخلوقات سے افضل ہے وہ اسی طبقہ کے آدم کی اولاد ہے۔ بالا جماع اور ہمارے حضرت صلعم سب اولاد آدم سے افضل ہیں تو بلاشبہ آپ تمام مخلوقات سے افضل ہوئے۔ پس دوسرے طبقات کے خاتم جو مخلوقات میں داخل ہیں۔ آپ کے مماثل کسی طرح نہیں ہو سکتے۔ انتہی اور باوجود اس تحریر کے زید یہ کہتا ہے کہ اگر شرع سے اس کے خلاف ثابت ہوگا تو میں اسی کو مان لوں گا۔ میرا اعتراض اس تحریر پر نہیں پس علماء شرع سے استفتاء یہ ہے کہ الفاظ حدیث ان معنوں کو محتمل ہیں یا نہیں۔ اور زید بوجہ اس تحریر کے کافر یا فاسق یا خارج اہل سنت و جماعت سے ہوگا یا نہیں۔ بیٹو! تو جرو!

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله خاتم النبيين و

سيد المرسلين والها واصحابها اجمعين۔ بعد حمد و صلوة کے قبل عرض جواب یہ گذارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ وقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء

سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہو گیا کہ تقدیم یا تاخیر زمانے میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں و لیکن ترسول اللہ و خاتم النبیین فرماتا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا۔ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کیے اور اس مقام کو مقام مدح نہ قرار دیا جائے تو البتہ خاتمیت یا اعتبار تاخیر زمانی صحیح ہو سکتی ہے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی کہ ہمیں ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ نہ زیادہ گوئی کا وہم ہے آخر اس وصف میں اور قدر و قامت و شکل و رنگ و سبب و نسب و سکونت وغیرہ اوصاف میں جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے جو اس کو ذکر کیا اور وہ کو ذکر نہ کیا۔ دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بجانب نقصان قدر کا احتمال کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں اور اعتبار نہ ہو تو تاریخوں کو دیکھ لیجئے۔ باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا اس لیے سد باب اتباع مدعیان نبوت کیا ہے جو کل جھوٹے دعویٰ کر کے خلائق کو گمراہ کریں گے۔ البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ ہے پر تلبہ ہلکا محمدیاً یا احد من ربنا لیکھ اور جملہ ذلک ترسول اللہ و خاتم النبیین میں کیا تناسب تھا۔ جو ایک دوسرے پر عطف کیا اور ایک مستدرک منہ اور دوسرے کو استدرک اور قرار دیا۔ اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی اور بے ارتباطی خدا کے کلام معجز نظام میں متصور نہیں اگر سد باب مذکور منظور ہی تھا تو اس کے لئے اور بیسیوں موقعے تھے۔ بلکہ بناء خاتمیت اور بات پر ہے۔ جس سے تاخیر باقی اور سد باب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے۔ اور افضلیت نبوی دو بالا ہو جاتی ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موصوف بالعرض کا قصد موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے جیسے موصوف بالعرض کا وصف بالعرض کا وصف موصوف بالذات سے مکتسب ہوتا ہے موصوف بالذات کا وصف جس کا ذاتی ہونا اور غیر مکتسب من العین ہونا لفظ بالذات ہی سے مفہوم ہے کسی غیر سے مکتسب اور استعار نہیں ہوتا مثال درکار ہو تو ایسے زمین دکھسار اور درو دیوار کا نور اگر آفتاب کا فیض ہے تو آفتاب کا نور کسی اور کا فیض نہیں اور ہماری عرض وصف

ذاتی ہونے سے اتنی ہی تھی یا اینہم یہ وصف اگر آفتاب کا ذاتی نہیں تو جس کا نام
 کہو وہی موصوف بالذات ہوگا۔ اور اس کا نور ذاتی ہوگا کسی اور سے مکتسب اور
 کسی اور کا فیض نہ ہوگا۔ الغرض یہ بات بدیہی ہے کہ موصوف بالذات سے آگے سلسلہ
 ختم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ خدا کے لئے کسی اور خدا کے نہ ہونے کی وجہ اگر ہے تو
 یہی ہے یعنی ممکنات کا وجود اور کمالات وجود سب عرضی معنی بالعرض ہیں اور
 یہی وجہ ہے کہ کبھی موجود کبھی معدوم کبھی صاحب کمال کبھی بے کمال رہتے ہیں
 اگر یہ امور مذکورہ ممکنات کے حق میں ذاتی ہوتی تو یہ انفصال و اتصال نہ ہوا کرتا
 علی الدوام وجود اور کمالات وجود ذات ممکنات کو لازم ملازم آ رہتے۔ سوا سی ظہور
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاقیت کو تصور فرمائیے۔ یعنی آپ موصوف بوصف
 نبوت بالذات ہیں۔ اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض اوروں کی
 نبوت آپ کا فیض ہے پر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں آپ پر سلسلہ نبوت ختم
 ہو جاتا ہے۔ غرض آپ جیسے ہی الامتہ ہیں ویسے ہی نبی الانبیاء بھی ہیں۔ اور یہی وجہ ہوئی
 کہ بشر اوت۔ واذا اخذ الله ميثاق النبيين لما ايتكم من كتاب وحكمة ثم جاءكم رسول
 مصدق لما معكم لتؤمنن به ولتنصرنه اور انبیاء کرام علیہم السلام سے آپ پر
 ایمان لانے اور آپ کے اتباع اور اقتدار کا عہد کیا گیا۔ اور آپ نے یہ ارشاد
 فرمایا کہ اگر حضرت موسیٰ بھی زندہ ہوتے تو میرا ہی اتباع کرتے علاوہ میری بعد
 نزول حضرت علیؑ کا آپ کی شریعت پر عمل کرنا اسی بات پر مبنی ہے اور رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ علمت علم الاولین والآخرین بشرط فہم اسی جانب
 مشیر ہے شرح اس معنی کی یہ ہے کہ اس ارشاد سے بہرخاص و عام کو یہ بات واضح
 ہے کہ علوم اولین مثلاً اور میں اور علوم آخرین اور۔ لیکن وہ سب علوم رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم میں مجتمع ہیں سو جیسے علم سمیع اور ہے اور علم بصیر اور پر باس
 بمعقوت عاقلہ اور نفس ناطقہ میں یہ سب علوم مجتمع ہیں ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ
 اور انبیاء باقی کو سمجھئے۔ پر ظاہر ہو کہ سمیع و بصیر اگر مددک عالم ہیں تو بالعرض

ہیں ورنہ مددک حقیقی اور عالم تحقیقی وہ عقل اور نفس ناطقہ ہی سے اسی طرح سے عالم حقیقی رسول اللہ صلعم میں اور انبیاء باقی اور اولیاء اور علماء گذشتہ و مستقبل اگر عالم ہیں تو بالعرض ہیں۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی اہل فہم جانتے ہیں کہ نبوت کمالات علمی میں سے ہے کمالات عملی میں ہیں۔ الغرض کمالات ذوی العقول کل دو کمالات میں منحصر ہے ایک کمال علمی و دوسرا کمال عملی اور بنا برمدح کل انہیں دو باتوں پر ہے۔ چنانچہ کلام اللہ میں چار فرقوں کی تعریف کرتے ہیں نبیین اور صدیقین اور شہداء اور صالحین جنہیں سے انبیاء اور صدیقین کا کمال تو علمی ہے اور شہداء اور صالحین کا کمال علمی انبیاء کو تو منبع العلوم اور فاعل اور صدیقین کو جمیع العلوم اور قابل سمجھنے اور شہداء کو منبع العمل اور فاعل اور صالحین کو جمیع العمل اور قابل خیال فرمائیے۔ دلیل اس دعویٰ کی یہ ہے کہ انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں۔ باقی راعل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو سکتے بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔ اور اگر قوت عمل اور بہت میں انبیاء انبیوں سے زیادہ ہی ہوں تو یہ معنی ہونے کے مقام شہادت اور وصف شہادت بھی ان کو حاصل ہے مگر کوئی ملقب ہوتا ہے۔ مرزا اہان باناں صاحب شاہ غلام علی صاحب شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبدالعزیز صاحب چاروں صاحب جامع بین الفقر و اعلم تھے۔ مرزا صاحب اور شاہ غلام علی صاحب تو فقیری میں مشہور ہوئے اور شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبدالعزیز صاحب علم میں وجہ اس کی یہی ہوئی کہ ان کے علم پر تو ان کی فقیری غالب تھی اور ان کی فقیری پر ان کا علم اگرچہ ان کے علم سے ان کا علم یا ان کی فقیری کم نہ ہو سو انبیاء میں سے علم عمل سے غالب ہوتا ہے اگرچہ ان کا عمل اور بہت اور قوت اور ان کے عمل اور بہت اور قوت سے غالب ہو۔ بہر حال علم میں انبیاء اور ان سے ممتاز ہوتے ہیں اور مصداق نبوت وہ کمال علمی ہی ہے جیسا کہ مصداق صدیقیت بھی وہ کمال علمی ہے چنانچہ لفظ نبیاً و صدق بھی ماخذ او صاف مذکور ہے اس بات پر شاہد ہے نبیاً و خبر کہتے ہیں۔ جو اقسام علوم یا معلوم میں سے ہے اور

صدق اور صاف علم میں سے پر نبوت اور صدیقیت میں وہی فرق و علیت اور قابلیت جو آفتاب و آئینہ میں وقت تقابل معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ حدیث مرفوع قولی جس کا یہ مطلب ہے کہ جو میرے سینہ میں خدا نے ڈالا تھا میں نے ابو بکر کے سینہ میں ڈال دیا۔ اس پر شاہد ہے مگر جیسے نبی کو نبی اس لیے کہتے ہیں کہ خبردار یا خبردار کرنے والا ہوتا ہے صدیق کو صدیق اس لیے کہتے ہیں کہ اس کی عقل بجز قول صادق قبول نہیں کرتی۔ قول صادق بے دلیل اس طرح قبول کرتا ہے جس طرح مٹھائی کو معدہ اور قول باطل سے اس طرح گھبراتا ہے اور اس طرح اس کو رد کرتا ہے جیسے کبھی کو معدہ رد کرتا ہے۔ یہی تھا کہ صدیق اکبر کو ایمان لانے کے لئے بجزہ کی ضرورت نہ ہوئی علیٰ ہذا القیاس مصداق شہید بذات حدیث وہ شخص ہے جو اعلاء کلمۃ اللہ اور ترقی دین کے لئے جان دیتے کو تیار ہو۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کسی نے پوچھا کہ بعض آدمی طبع مال میں لڑتے ہیں اور بعضے پوجہ عصبیت یعنی پوجہ قرابت و محبت قومی اور بعضے بغرض ناموری ان میں سے شہید کون ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا: من قامی فتكون کامة اللہ ہی العلیا عرض شہادت اس صورت میں عوارض بہت اور قوت عملی میں سے ہوتی اور شہید اول درجہ کا امر بالمعروف اور ناہی عن المنکر ہو اور اسی وجہ سے شاید شہید کو شہید کہتے ہیں یعنی بہر درجہ قیامت وہ شاہد ہو گا۔ کہ فلانا شخص حکم خدا مان گیا تھا۔ اور فلانے نے نہیں مانا کیونکہ اس بات کی اطلاع جیسے امر بالمعروف اور ناہی عن المنکر کو ہو سکتی ہے اتنی اورں کو نہیں ہو سکتی اور اس کی گواہی اسباب میں ایسی سمجھے جیسے کسی مقدمہ میں سرکار کی ملازمان کی گواہی چنانچہ اس امت کے حق میں یہ فرمانا۔ کنتم خیر امة اخرجت للناس تا مردون بالمعروف و تنہون عن المنکر اور ادھر یہ ارشاد و کذا لک جعلتکم امة وسطا لکنونوا شهداء علی الناس غور کیجئے تو اسی جانب مشیر ہے عرض شہید سے فیض عمل ہوتا ہے یعنی پہلے عمل اور دلوں سے کراتا ہے۔ اور پھر علموں سے رد کرتا ہے۔ سو جو شخص اس سے مستفیض ہو وہ صالح ہے اور ظاہر سے

کہ اہتمام اعمال کے باب میں وہی کر سکتا ہے جو خود اعمال میں پکا ہے سو بوسیلہ
 امر و نہی ہو یا بوسیلہ صحبت جس شخص کو افاضتہ اعمال منظور ہو وہ تو شہید ہے
 اور جو اس سے مستفیض ہو وہ صالح جب یہ بات ذہن نشین ہو چکی تو خود
 معلوم ہو گیا ہوگا کہ جب نبوت کمالات علمی میں سے ہوئی اور دربارہ علم رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موصوف بالذات ہوئی تو دربارہ نبوت بھی آپ موصوف
 بالذات ہوں گے۔ اور یہ آیه واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما ایتکھم لیسوا لفظ
 مصدق الامم ہے تو اس سے بعد لحاظ اس بات کے یہ خطاب تمام انبیاء کرام
 علیہم السلام کو ہے اور کلمہ ما اس جگہ ایسا عام ہے کہ تمام علوم اور کتب کو شامل یہ
 بات اور بھی موجب ہو جاتی ہے کہ نبوت کمالات علمی سے ہے اور آپ جامع العلوم
 ہیں اور انبیاء باقی جامع نہیں غرض جو بات حدیث علم الاولین سے ثابت
 ہوتی تھی من شئ زائد آید مذکورہ سے ثابت ہے سو ایک تو یہی بات زائد ہے کہ نبوت
 کمالات علمی میں سے ہونا اس سے ظاہر ہے کیونکہ رسول کی صفت میں یہ فرمانا کہ
 مصدق الامم جو لاجرم منجملہ کمالات علمی ہے کیونکہ تصدیق علم ہی سے متصور ہے
 اس جانب مشیر کہ اس رسول کا علم ایسا عام ہوگا جبرائیل ہمہ لفظ رسول سے
 یاسی نظر کہ زبان عربی میں پیغامبر کو کہتے ہیں اور پیغام منجملہ د امر و نہی ہوتا
 ہے جو بیشک از قسم علوم ہے اس پر وال ہے اور عہد کا لینا جس سے آپ کا
 نبی الانبیاء ہونا ثابت ہوتا ہے۔ پہلے ہی معروض ہو چکا ہے علاوہ بریں حدیث
 کنت نبیا وادم بین السماء والظہین بھی اسی جانب مشیر ہے کیونکہ فرق قدم نبوت
 اور حدیث نبوت باوجود اتحاد نوعی ثوب جب ہی چسپاں ہو سکتا ہے کہ ایک جا یہ
 وصف ذاتی ہو اور دوسری جا عرضی اور فرق قدم و حدیث اور دوام و عرضی
 فہم ہو تو اس حدیث سے ظاہر ہے ہر کوئی سمجھتا ہے کہ اگر نبوت کا ایسا قدم ہونا
 کچھ آپ ہی کے ساتھ مخصوص نہ ہوتا تو آپ مقام اختصاص میں یوں نہ فرماتے علاوہ
 بریں حضرات صوفیا کرام کی یہ تحقیق کہ مری روح محمدی سلم یقین اول یعنی صفت

علم ہے اور بھی اس کے موجد ظاہر ہے کہ شاعر کی تربیت سے شعر آوے گا اور طیب کی تربیت سے فنِ طب اور محدث کی تربیت دربارہ حدیث مفید ہوگی۔ فقیہ کی دربارہ فقہ پوچھیں کی سربِ معرفت العلم ہو جو علم مطلق ہے مثل البصائر و اسماخ علم خاص و قسم خاص نہیں تو لاجرم فرد تربیت یافتہ یعنی ذات پاک محمدی صلعم بھی علم مطلق میں صاحب کمال ہوگی اور ظاہر ہے کہ مطلق میں تمام حصص خاصہ جو مقیدرات میں ہوتی ہیں مندرج ہوتے ہیں سو یہ بعینہ معنوں علمت علم الاولین الخ ہے اور یہی وجہ ہوتی کہ معجزہ خاص جو ہر نبی کو مثل پروردارہ تقرری بطور نبوت سند بنتا ہے اور بنظر ضروریات ہر وقت قبضہ میں رہتا ہے مثل عنایات خاصہ گرد پگاہ کا قبضہ نہیں ہوتا ہمارے حضرت صلعم کو قرآن ملا جو تیبانا لکھی شئی ہے تاکہ معلوم ہو کہ آپ اس فن میں کیتا ہیں کیونکہ ہر شخص کا اعجاز اسی فن میں متصور ہے جن فن میں اور اس کے شریک نہ ہوں اور وہ اس میں کیتا ہو مثلاً خوشنویس کے سامنے اگر اور عاجز ہوتے ہیں تو اچھے خوش قلم کے لکھنے ہی میں عاجز ہوتے ہیں اور فنوں میں عاجز نہیں سمجھے جاتے بالجملہ رسول اللہ صلعم و صف نبوت میں موصوف بالذات ہیں اور سو آپ کے اور انبیاء موصوف بالعرض اس صورت میں اگر رسول اللہ صلعم کو اول یا وسط میں رکھتے تو انبیاء متاخرین کا دین اگر مخالف دین محمدی ہوتا تو اعلیٰ کا ادنیٰ سے منسوخ ہونا لازم آتا مالا نکہ خود فرماتے ہیں۔ ما ننسخ من آية او ننسخها منات یغیر منها او مثلها۔ اور کیوں نہ ہو یوں نہ ہو تو اعطاء دین منجملہ رحمت نہ رہے آثار غضب میں سے ہو جائے ہاں اگر یہ بات متصور ہوتی کہ اعلیٰ درجہ کے علماء کے علوم ادنیٰ درجہ کے علماء کے علوم سے کمتر اور ادنیٰ ہونے میں تو مضائقہ بھی نہ تھا پھر سب جانتے ہیں کہ کسی عالم کا عالی مرتبت ہونا مراتب علوم پر موقوف ہے یہ نہیں تو وہ بھی نہیں اور انبیاء متاخرین کا دین اگر مخالف نہ ہوتا تو یہ بات ضرور ہے کہ انبیاء متاخرین پر وحی آتی اور انہیں علوم کیا جاتا اور نہ نبوت کے پھر کیا معنی سو اس صورت میں اگر

وہی معلوم محمدی ہوتے تو بعد وعدہ حکم اتانحن نزلنا الذکر وانا لسہ
 لحفظون کے جوہ نسبت اس کتاب کے جس کو قرآن کہئے اور شہادت آیہ و
 نزلنا عیدک الکتاب تبیاناً لکل شیء ۱ جامع العلوم ہے کیا ضرورت تھی اور اگر
 علوم انبیاء متاخرین معلوم محمدی کے علاوہ ہوتے تو اس کتاب کا تبیان لکل شیء ہوتا
 غلط ہو جاتا بالجمہ جیسے ایسے نبی جامع العلوم کے لیے ایسی ہی کتاب جامع چاہئے
 تھی تاکہ علوم مراتب نبوت جو لاجرم علوم مراتب علمی ہے چنانچہ معروف ہی ہو چکا۔ ورنہ
 یہ علوم مراتب نبوت بیشک ایک قول دروغ اور حکایت غلط ہوتی ایسے ہی ختم نبوت
 بمعنی معروف کو تاخر زمانی لازم ہے چنانچہ اصناف الیٰ نبیین بایں اعتبار کہ نبوت
 منجملہ اقسام مراتب ہے یہی ہے کہ اس مفہوم کا مضاف الیہ وصف نبوت ہے
 زمانہ نبوت نہیں اور ظاہر ہے کہ در صورت امداد تاخر زمانی مضاف الیہ حقیقی زمانہ
 ہوگا اور امر زمانی اعنی نبوت بالعرض ہاں اگر بطور اطلاق عموم مجاز اس خاتمیت کو
 زمانی اور مرتبے سے عام لے لیجئے تو پھر دونوں طرح کا ختم مراد ہوگا پر ایک مراد
 ہو تو نشان شان محمدی صلعم خاتمیت مرتبہ ہے نہ زمانی اور مجھ سے پوچھتے تو میرے
 خیال ناقص میں تو وہ بات ہے کہ سامع منصف انشاء اللہ انکار ہی نہ کر سکے سو وہ
 یہ ہے کہ تقدم تاخر یا زمانی ہوگا یا مکانی یا مرتبہ یہ تین نوعیں ہیں باقی مفہوم تقدم
 و تاخر ان تینوں کے حقیقی میں بنس اور ظاہر ہے کہ مثل چشم و چشمہ ذات وغیرہ معانی
 لفظ عین ان تینوں میں یوں بعید نہیں جو مثل لفظ عین لفظ تقدم و تاخر و اختتام کو
 جو تاخر کے آثار میں سے ہے بہ نسبت انواع مذکورہ مشترک کہئے جیسے نہ کہئے
 مگر ان میں سے اول و آخر زمانی و مرتبہ تو مشہور ہوتا ہے یعنی اول و آخر اور آخر
 اول نہیں ہو سکتا البتہ تقدم و تاخر مکانی کے لئے کسی معنی کی ضرورت پڑتی ہے
 جس سے اول آخر معلوم ہو جائے جیسے سفوف مسجد کے لئے قبلہ اور دیوار قبلہ
 ورنہ یہاں دوسری طرح سے ایسے تو قضیہ منعکس ہو جائے گا جیسا یہ بات معلوم
 ہوگی تو اب سقے کہ ذوات انبیاء علیہم السلام تو بذات خود اس قابل ہی نہیں کہ ان

میں تقدم و تاخر کی گنجائش ملے ہاں جو اسطر زمان و مکان و مراتب البتہ مقدم و مؤخر کہہ سکتے ہیں ہر حال محذوف مصنف کی ضرورت ہوگی سو لفظ زمان کی جا پر اگر موصوفہ و تاخر بھی کوئی مفہوم عام ہی تجویز کیا جائے تو بہتر ہے بلکہ ضرور ہے کیونکہ محذوف بے قرینہ والہ علی المنہ و الفحاص و لایل تبیم میں سے ہے یہاں وجہ ہے کہ اللہ الامر من قبل و من بعد اللہ اکبر میں کل شئی بامن کل شئی محذوف سمجھا جاتا ہے ہر حال مؤنتہ دونوں صورت میں برابر لفظ زمان ہو یا کوئی مفہوم عام پر تخصیص زمان ہی کیا ہے اس صورت میں ہر نوع میں مفہوم خاتمیت تبدی طرح ظہور کرے گا جیسے آیت۔ انما الخمر و المیسر و الانصاب و الانلام من جنس من عمل الشیطن میں مفہوم رخصت جنس عام سے ہے کہ اس کے لئے خمر و میسر و غیرہ تبدی وہاں رخصت نے اور طرح ظہور کیا یہاں اور طرح یعنی خمر میں نجاست ظاہری بھی ظاہر ہوئی اور انواع باقیہ میں فقط نجاست باطنی ہی رہی ہو جیسے علت اختلاف ظہور مذکور یہ ہوئی کہ یہاں فعل شرب شراب کے باعث ممنوع ہوا اس لئے پانی وغیرہ کا پتیا ممنوع نہیں تو یہاں تو رخصت صفت اصلی جسم شراب کی ہوگی اور میسر وغیرہ میں اشیاء معلومہ اعمال کے باعث برسی ہوئیں کیونکہ اشیاء معلومہ آلات افعال معلومہ ہیں اس لئے جس صفت اصلی افعال کی ہوگی سو ان کی ناپاکی وہی نجاست باطنی مگر جیسے افعال اور شراب میں فرق ہے اور پھر وصف رخصت میں متحد ایسی ہی یہاں قصہ ہے بلکہ یہاں تینوں نوعوں کا موصوف بہ تقدم و تاخر ہونا ایسا ظاہر ہے جیسا شراب کا موصوف برخصت ہونا مثل انصاف افعال برخصت یعنی اور محمل تجوز نہیں سوا اگر یہاں خاتم مثل رخصت جنس عام رکھا جائے تو بدرجہ اولیٰ قابل قبول ہے اس میں خاتمیت زمانی اور مرتبی کو تو ضرورت تبیین مبداء تقدم نہیں ہاں مکانی میں ہے سو بقیاس تاخر مرتبی یہاں بھی نیچے سے شروع سمجھا جائے گا۔ اور زمین علیہا اختتام ہوگا۔ سوا اگر اطلاق اور عموم سے تلب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالۃ التزامی ضرور ثابت ہے اور تصریحات نبوی مثل۔

اہل سنتی بمنزلت ہا، دون من موسیٰ الا انہ لانی بعدی او کما قال جو بظاہر بطرز
 مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے اس باب میں کافی ہے کیونکہ یہ مضمون درجہ
 لو اتر کو پہنچ گیا ہے پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا گو الفاظ مذکور پسند تو اتر
 منقول نہ ہوں سو یہ عدم تو اتر الفاظ باوجود تو اتر معنوی یہاں ایسا ہی ہوگا جیسا
 تو اتر اعداد و رکعات فرائض و وتر وغیرہ باوجود یکہ الفاظ احوادیت مشعر تعداد رکعات
 متواتر نہیں جیسا اس کا منکر کافر ہے ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہوگا اب دیکھئے کہ
 اس صورت میں عطف بین الجملتین اور استدرک اور استغناء مذکور بھی بغایت
 درجہ چسپاں نظر آتا ہے اور تمامیت بھی بوجہ احسن ثابت ہوتی ہے اور تمامیت زمانی
 بھی ہاتھ سے نہیں جاتی اور نیز اس صورت میں جیسے قرأت خاتم بکسر التاء چسپاں
 ہے ایسے ہی قرأت خاتم بفتح التاء بھی نہایت درجہ کو بے تکلف موزوں ہو جاتی ہے
 کیونکہ جیسے خاتم بفتح التاء کا اثر اور نقش محتوم علیہ میں ہوتا ہے ایسے موصوف بالذات
 کا اثر موصوف بالعرض میں ہوتا ہے حاصل مطلب آیہ کریمہ اس صورت میں یہ ہوگا
 کہ ابوت معروفہ تور سول اللہ صلعم کو کسی مرد کی نسبت حاصل نہیں پر ابوتہ معنوی
 اقیوں کی نسبت بھی حاصل ہے اور انبیاء کی نسبت بھی حاصل ہے۔ انبیاء کی
 نسبت تو فقط خاتم النبیین شاہد ہے کیونکہ اوصاف مرد من موصوف بالعرض موصوف
 بالذات کے فرع ہوتے ہیں۔ موصوف بالذات اوصاف عرضیہ کی اصل ہوتا ہے اور
 اور وہ اس کی نسل اور ظاہر ہے کہ والد کو والد اور اولاد کو اولاد اسی لحاظ سے
 کہتے ہیں کہ یہ اس سے پیدا ہوتے ہیں یہی قائل ہوتا ہے چنانچہ والد کا اسم فاعل ہونا اس
 پر شاہد ہے اور یہ مفعول ہوتے ہیں چنانچہ اولاد کو مولود کہنا اس کی دلیل ہے
 سو جب ذات بابرکات محمدی صلعم موصوف بالذات بالنبوتہ ہوئی انبیاء باقی
 موصوف بالعرض تو یہ بات ثابت ہو گئی کہ آپ معنوی ہیں اور انبیاء باقی آپ کے
 حق میں بمنزلہ اولاد معنوی اور اقیوں کی نسبت لفظ رسول اللہ میں خود کیسے تو یہ
 بات واضح ہے پر آیہ النسبی ادنی بالمومنین دلمانے کی ضرورت ہے محمد رسول اللہ صلعم

کو صغریٰ بنائیے اور انبی ادلی بالمؤمنین کو کبریٰ دیکھیے یہ نتیجہ نکلتا ہے یا نہیں صورت اس کی یہ ہے کہ اَلْبَشِيَّةُ ذُو الْيَمْنَيْنِ مِنَ الْفُطُوحِ كُوْبَعْدِ لِحَاظِ صِلَةِ مَنْ اَنْفُسِهِمْ كِے دیکھیے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلعم کو اپنی امت کے ساتھ قرب حاصل ہے کہ ان کی جانوں کو بھی ان کے ساتھ حاصل نہیں کیونکہ ادنیٰ یعنی اقرب ہے اور اگر بمعنی احب یا اولیٰ بالتصرف ہوتی ہے یہی بات لازم آئے گی۔ کیونکہ احبیت اور اولویت بالتصرف کے لئے اقربیت تو وجہ ہو سکتی ہے پر بالعکس نہیں ہو سکتا دلیل سنیے اول یہ بات سنیے کہ ایسی اقربیت جو اپنی حقیقت سے بھی زیادہ ہو بجز موصوف بالذات کے کہ موصوف بالعرض یا وصف عارض کی نسبت اور کسی کو کسی کے ساتھ حاصل نہیں کیونکہ ربط افاضہ اگر بین الشیئین نہیں تپ تو باعتبار اصل حقیقت استثناء اور تنباین ہو گا اگرچہ دونوں ایک موصوف میں اتفاقاً مجتمع ہوں اتنا قرب کجا اور اگر ربط افاضہ بین الشیئین ہے یعنی ایک موصوف بالذات اور دوسرا موصوف بالعرض ہے تو لا جرم موصوف کے ساتھ بحیثیت وصف عارض اور خود وصف عارض محتاج موصوف بالذات ہوتے ہیں سو وصف عارض کو جو شخص حاصل ہوتا ہے بعد تحقق حاصل ہوتا ہے اور علیٰ ہذا القیاس اور ایک تشخص بھی بعد اور اک اصل وجود ہوتا ہے۔ چنانچہ دور سے کسی کو دیکھیے تو ایک موجود مبہم ہوتا ہے جس کا انطباق ہزاروں احتمالوں پر متصور ہے پر جوں جوں قریب آتا جاتا ہے وہ ابہام مرتفع ہوتا جاتا ہے اور تمیز جو اور اک تشخصات پر موقوف ہے حاصل ہوتی جاتی ہے سو جب حالت بعد میں یہ حال ہے تو حالت قرب میں تو اس امر مبہم کو اور بھی وضاحت ہو جائیگی جس کی وجہ سے تقدم علیٰ ادراک الشخصات ضرور تر ہے۔ علاوہ بریں معلوم ہونا خود ایک وصف وجودی ہے اور معلومات کا معلوم ہونا ضروری جس کے معنی قطع نظر تعلید سے کر کے انصاف سے دیکھیے تو معلوم ہوتے ہیں کہ افاضہ وجود ذہنی عالم کی طرف سے اس پر ہوتا ہے اور وہ نور علم جو ذات عالم کے ساتھ ایسی طرح قائم ہے جیسے آفتاب کا نور آفتاب کے ساتھ اس کو ایسی طرح محیط

ہو جاتا ہے جیسے نور مذکورہ اشیاء مستمیرہ کو اور ظاہر ہے کہ عالم کو اگر اور اک معلوم
ہوگا تو وہ ایسا ہی ہوگا جیسے فرض کرو آفتاب کو انوار خاصہ در دیوار کا علم جن کو
وصوپ کہتے ہیں سو اس میں سے نور مطلق جیسے صفت آفتاب سے اور تثلیث اور
تربیع وغیرہ تقطیعات و وصوپ جو صحن خانوں وغیرہ کی طرف سے لائن ہوتے ہیں
اصل میں صفت صحن خانہا وغیرہ اور اس وجہ سے در صورت علم مفروض جو آفتاب
کو حاصل ہوگا اور علم نور مطلق باہیں وجہ کہ اپنی صفت ہے علم تقطیعات سے جو اوروں
کی صفت ہے مقدم ہوگا۔ ایسی ہی نور علم مذکورہ صفت عالم سے اور تشخصات معلومات
صفات معلومات اس وجہ سے علم صفت نور جو عین علم ہے علم تشخصات سے مقدم ہوگا
اور ظاہر ہے کہ نور آپ بذات خود منور ہے اور یہ تشخصات اور تعینات جو حقیقت میں
معلوم ہیں کیونکہ مسنی زید و عمر وغیرہ یہ خصوصیات خاصہ ہیں جن کی وجہ سے باہم تباہین
ہے نہ وہ امر مشترک جس کو حقیقت انسانی کہے منور بالفرض سو اس حرکت علم میں
جب نور مطلق اول آیا اور حقیقت مذکورہ دوسری بار تو در صورت کہ مقصود بالعلم وہ
حقائق ہی ہوں اور طالب علم خود صاحب حقیقت تو یوں کہنا پڑے گا کہ موصوف بالذات
اس موصوف بالفرض سے اس کی حقیقت کی نسبت بھی زیادہ قریب ہے کیونکہ قریب
و ابعد کے دریافت کے لئے کمی بیشی حاصل ضرور ہے اور قائلہ کے کم ہونے کی
یہ علامت ہے کہ او صر کو حرکت کیے تو زیادہ حاصلہ کی چیز سے پہلے آئے سو دیگر
لیجئے حرکت فکری میں اول دلیل آتی ہے۔ پھر دلول اس لئے استدلال لمی میں باہم وجہ
کہ دلیل جو حقیقت میں علت ہوتی ہے اول علت آئے گی۔ اور مطلوب بعد میں اس صورت
میں دلیل اعنی علت کو مطلوب ہے بہ نسبت مطلوب کے بھی زیادہ قرب ہوگا اگر یہ
قرب بہ نسبت معلول کے سوائے علت اور کسی کو نصیب نہیں کیونکہ اصل میں انفصال ہے
گو اتصال ہو تو جہاں یہ قرب ہوگا یہی علیت معلولیت ہوگی اور وقت استدلال اگر خود
معلوم ہے اپنے اور اک کی طرف متوجہ ہو اور مستدل با استدلال لمی ہو تو یہ ابتداء صاف
روشنی ہو جائے گی کہ طالب کی ذات سے اس کی علت قریب ہے سو اگر مومنین کو اپنی

حقیقت کا ادراک مطلوب ہو گا تو بیشک اول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حرکت فکری میں آئیں گے پھر ان کی حقیقت باقی رہی دلیل اتنی وہ حقیقت میں دلیل ہی نہیں ہوتی بلکہ استدلال اتنی کے لئے ضرور ہے کہ اول استدلال ملی ہو لے اگر آفتاب کو علت نور نہ سمجھیں تو پھر نور سے وجود آفتاب پر استدلال ممکن نہیں اور یہ سمجھنا کہ یہ علت ہے اور وہ معلول بھی استدلال ملی ہے استدلال ہی میں سوا اس کے اور کیا ہوتا ہے الفرض وجود ذہنی معلول بھی علت کے وجود ذہنی پر ایسی طرح موقوف ہے جیسے اس کا وجود اس کے وجود خارجی پر باقی استدلال اتنی میں علم تازہ نہیں ہوتا علم سابق کا استحضار ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ علت اپنے معلول میں یہ نسبت اس کی حقیقت کے جو تعینات اور تشخصات ہیں اور منجملہ لواحق اور توابع اور محتاج فی التحقيق اولیٰ بالتصرف ہے علیٰ ہذا النقیاس معلول کو اگر قابل محبت ہے اور جو محبت اپنی علت سے ہوگی جو اس کی اصل ہے اور اسی کا پر تو اس میں ہے چنانچہ مثال نور آفتاب سے ظاہر ہے وہ محبت تعینات سے کا ہے کو ہوگی جو لواحق ہیں اور یا ہم اتفاقی ملاقات ہو گئی ہے اس صورت میں علت کو یہ نسبت اس کے معلول کے اگر احب الیمن نفسہ کہا جائے تو بجا ہے عرض اونے یعنی اقرب ان دونوں معنوں کو مستلزم ہے اور یہ دونوں اس کے منافی نہیں بلکہ اس کے تحقق پر ایسی طرح دل میں جیسے نور آفتاب پر دلالت کرتا ہے سو جیسے طلوع آفتاب وجود نور پر مقدم ہے۔ ایسے ہی محقق اولیت یعنی اقربیت تحقیق اولیت بالتصرف اور اولیت یعنی اصحیت پر مقدم ہوگی۔ عرض اقربیت مذکورہ کا ما بین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دامت مرحومہ ہونا بایں طور کہ آپ اقرب الی الامت مرحومہ من انفسہم ہوں ضرور ہے اور یہ بجز اس کے متصور نہیں کہ آپ علت ہوں اور امت مرحومہ اعمیٰ مؤمنین معلول اور ظاہر ہے کہ معلول میں جو کچھ ہوتا ہے فیہن علت اور عطاء علت ہوتا ہے اس لئے اس کے لئے سببہ مقول تجویز کیا گیا۔ اس صورت میں علت میں ضرور ہے کہ وہ فیض

ذاتی ہو ورنہ وہاں بھی عرضی ہو تو کوئی اور ہی معنی حقیقی ہو گا۔ کیونکہ یہ تو ہوسکتی نہیں
 سکتا کہ وصف عرضی خود بخود ہو جائے کوئی موصوف بالذات ضرور ہے سو وہی
 ہمارے نزدیک علت اصلی ہے۔ الغرض لفظ رسول اللہ جو مترادف نبی اللہ
 یا مقسمین معنی نبی اللہ کو ہے جب صغری بنائے تو بوجہ اجتماع شرائط ضروریہ
 جو شکل اول میں ہونی چاہئیں یہ نتیجہ نکلے گا کہ محمد ادرے بالمومنین من انفسہم
 اور یہ بات اس بات کو مستلزم ہے کہ وصف ایمانی آپ میں بالذات ہو اور مومنین
 میں بالعرض۔ آپ اس امر میں مومنین کے حق میں والد معنوی ہیں یعنی اوروں کا
 ایمان آپ کے ایمان سے پیدا ہوا ہے۔ آپ کا ایمان اوروں کے ایمان کی اصل
 ہے اور وہاں کا ایمان آپ کے ایمان کی نسل اس تقریر پر وجہ عطف مذکور اور
 استدراک مسطور خوب واضح ہو گئی اس لئے اس مضمون کو یہیں ختم کرتا ہوں
 اگرچہ خوبی مزید توضیح اس بات کو مقتضی تھی کہ مثل علم ایمان کا ایک وصف
 فطری ہوتا اور یہ بات کہ ایمان کمالات عملی میں سے ہے پر علم پر موقوف اور
 نبوت کمالات علمی میں سے ہے پر علم کو مستلزم اور نیز یہ امر کہ انبیاء کس بات
 میں آپ کے ساتھ علاقہ مولودیت رکھتے ہیں اور امت کس بات میں اور پھر کیوں
 لفظ مشیر تولد مومنین کو لفظ مشیر تولد انبیاء سے مقدم رکھا یہ باتیں بیان
 کرتا اور حسب فہم موجب کر جاتا پر باندیشہ تطویل قدر ضرورت پر اکتفا کر کے عرض
 پرداز ہوں کہ اطلاق خاتم اس بات کو مقتضی ہے کہ تمام انبیاء کا سلسلہ نبوت
 آپ پر ختم ہوتا ہے جیسے انبیاء گذشتہ کا وصف نبوتہ میں حسب تقریر مسطور اس
 لفظ سے آپ کی طرف محتاج ہوتا ثابت ہوتا ہے۔ اور آپ کا اس وصف میں کسی طرف
 محتاج نہ ہونا اس میں انبیاء گذشتہ ہوں یا کوئی اور اسی طرح اگر فرض کیجے آپ کے زمانہ
 میں بھی اس زمین یا کسی اور زمین یا آسمان میں کوئی نبی ہو تو وہ بھی اس وصف نبوت
 میں آپ ہی کا محتاج ہو گا۔ اور اس کا سلسلہ نبوت بہر طور آپ پر ختم ہو گا اور
 کیوں نہ ہو عمل کا سلسلہ علم پر ختم ہوتا ہے جب علم ممکن علیٰ بشر ہی ختم ہو گیا تو پھر

سلسلہ علم و عمل کیا چلے۔ غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے تو میں نے
 عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گذشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا۔ بلکہ اگر
 بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہوتا
 بدستور باقی رہتا ہے۔ مگر جیسے اطلاق خاتم النبیین اس بات کو مقتضی ہے کہ اس لفظ
 میں کچھ تاویل نہ کیے اور علی العموم تمام انبیاء کا خاتم کیے۔ اسی طرح اطلاق لفظ
 مثلہن جو آیہ اللہ الذی خلق سبہ سموات والارض مثلہن یتنزل الامر بینہن ۷

میں واقع ہے اس بات کو مقتضی ہے کہ سوا ربنا ان ذاتی ارض و سما جو لفظ سموات
 اور لفظ ارض سے مفہوم ہے اور ان دونوں لفظوں کا ذکر کرنا اس باب میں پینزلہ
 استثناء ہے اور نیز علاوہ اس تباہن کے جو بوجہ اختلاف لوازم ذاتی یا اختلافاً نسبتاً
 ذاتی خواہ منجملہ لوازم وجود ہوں یا مفارق بین السماء والارض متصور ہے۔ اور بالترتیب
 مستثنیٰ ہے بجمیع الوجوہ بین السماء والارض مماثلت ہوتی چاہے سو اس میں سے
 مماثلت فی البعد اور فوق و تحت ہونے میں مماثلت تو اسی حدیث مرفوع سے معلوم
 ہوتی ہے جس سے تحقیق سبع ارضین معلوم ہوا ہے اور صاحب مشکوٰۃ نے بحوالہ
 امام ترمذی اور امام احمد باب بدیۃ الخاق میں اس کو روایت کیا ہے اور ترمذی
 میں کتاب التغیر میں سورۃ حدید کی تفسیر میں روایت کیا ہے وہ حدیث یہ ہے
 وعن ابی ہریرۃ قال بیننا نبی اللہ صلعم جالس واصحابہ اذا اتی علیہم

صحاب وقال نبی اللہ صلعم هل تدرؤن ما هذا قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال
 هذا العنان هذا ما وایا الارض یسوتها اللہ الی قوم لا یشکرونہ ولا یدعونہ
 ثم قال هل تدرؤن ما فوقکم قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال فانہا الترفیع
 سقف محفوظ و مویج مکفوف ثم قال هل تدرؤن ما بینکم و بینہا
 قال اللہ ورسولہ اعلم قال بینکم و بینہا خمسۃ ماۃ عام ثم
 قال هل تدرؤن ما فوق ذاک قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال سماء ان
 بعد ما بینہما خمساً مائۃ سنۃ ثم قال کذا لک حتی ھد سبع سموات

ما بین علی سمانین ما بین السماء الارضی ثم قال هل تدرون ما فوق
 ذاك قالوا الله ورسوله اعلم قال ان فوق ذاك العرش وبيته و
 بين السماء بعد ما بين السمايين ثم قال هل تدرون ما الذي
 تحتكم قالوا الله ورسوله اعلم قال انها الارضی ثم قال هل تدرون
 ما تحت ذاك قالوا الله ورسوله اعلم قال ان تحتها ارض اخرى بينهما
 مسيرة خمسمائة سنة حتى حد سبعمائة ارضين بين كل ارضين
 مسيرة خمسمائة سنة ثم قال والذي نفس محمد بيده
 لو انكم دليتم بحبل الى الارض السفلى لاهبط على الله ثم
 قرء هو الاول والاخر والظاهر والباطن وهو بكل شئ عليم
 رواه احمد والترمذی انبى .

اس حدیث کے علاوہ اس کے کہ یہ زمین سب میں اوپر ہے سات زمینوں کا
 ہونا اور وہ بھی نیچے اوپر ہونا اور ہر ایک زمین سے دوسری زمین تک ساتوں زمینوں
 میں پانچ سو برس کی راہ کا فاصلہ ہونا بتصریح ثابت ہے، عوض یہ تین مثالیں تو اسی
 حدیث بتصریح معلوم ہو گئیں جس کے معلوم ہونے سے یہ خیال کہ بعد منہائی تباہ
 مذکور کے اور سب باتوں میں بشہادت اطلاق و عموم کلام ربانی مماثلتہ مراد ہے
 اور یہی قوی ہو گیا اور کیوں نہ ہو اول تو مثلین بھی اس کلام اللہ میں جس میں نقطہ قائم البتین
 جس کی اطلاق اور نبیین کی عموم کے باعث کسی نے آج تک ائمہ دین میں سے اس
 میں کسی قسم کی تاویل یا تفسیریں کا کرنا جائز نہ سمجھا تو رات و انجیل یا کسی پنڈت کی پوچھی
 میں نہیں جو احتمال تحریف و افتراء ہو پھر جس پر حدیث مذکور اس قدر مصدق خیال
 مذکور علاوہ بریں مقابل کعبہ و ارض آسمان میں بیت المعمور کا ہونا اور پھر باہر نظر
 کہ مقابل کعبہ اوپر کہیں تک جاؤ اور نیچے تحت الشریٰ تک تو کعبہ ہی ہے خیال
 مماثلت کو اور دو چند مستحکم کرے دیتا ہے بائیںہما اطلاق مماثلت میں مزید رفعت
 مراتب نبوی صلعم ہے یہاں تک کہ اگر اطلاق مذکور کو تسلیم نہ کیجئے تو رسول اللہ صلعم کی

عظمت اور رفعت کے ساتھ حصول میں سے کل ایک ہی باقی رہ جائے اور جب
 جسے عظمت کم ہو جائے چنانچہ انشاء اللہ فریب ہی یہ مہمہ کل ہو اچا ہوتا ہے رخیر
 اصل مطلب یہ ہے جب یہ بات ثابت ہوئی کہ ساتھ آسمان ہیں اور وہ
 بھی اوپر نیچے کیفیت ناقص و دائیں بائیں آگے پیچھے واقع ہیں اور پھر ان میں پانچ سو
 برس کا فاصلہ نکلا اور اسی طرح زمینوں کا حال ہوا تو یہ بھی یقینی سمجھنا چاہیے
 کہ جیسے ساتوں آسمانوں میں آبادی ہے اور پھر اوپر کے آسمان واسے نیچے
 کے آسمان والوں پر حاکم ایسے ہی ساتوں زمینیں بھی آباد ہوں گی اور اوپر کی
 زمین واسے نیچے کی زمین والوں پر حاکم ہوں گے۔ دلیل حکومت اہل سلطنت فوقانی
 اول تو یہ حدیث ترمذی کی ہے،

قال الترمذی فی الجواب التفسیر فی تفسیر سورۃ سبأ ثنا

نصر بن علی الجعفی ثنا عبد الاعلیٰ ثنا معمر بن الزہری عن علی
 بن حسین عن ابن عباس قال بینما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 جالس فی نحر من اصحابہ اذ رمی بسبعہ مستنار فقال رسول اللہ
 صلعم ما کنتم تقولون لمثل ہذا فی الجاہلیۃ اذ اسرأ ستموہ قالوا
 کنا نقول یموت عظیم او بولد عظیم فقال رسول اللہ صلعم نانا لا
 یرمی بہ موت احد ولا حیوانہ و لکن ہنا تبارک اسمہ و تعالیٰ
 اذ افضی امر اسبح حملہ العرش ثم سبج اهل السماء الذی یلونہم
 ثم الذین یوہر حتی یبلغ التسبیح الی ہذا السماء ثم ساک اهل السماء
 السدستہ اهل السماء السابعة ماذا قال ربکم قال فیخبرونہم ثم
 یتخبر اهل کل سماء حتی یبلغوا لخبیر اهل السماء الدنیا و تحفظ
 الشیاطین السمع فیرمون فیقذفون الی اولیائہم فما جاؤا بہ علی وجہ فہو
 حق و لکنہم یخرفونہ و یتذدون ہذا حدیث حسن صحیح۔

اس معنون سے صحاف ظاہر ہے کہ حکم خداوندی ملائکہ کی نسبت جو کچھ

ہوتا ہے وہ اس ترتیب سے پہنچتا ہے سو یہ بات بعینہ ایسی ہے جیسے حکم بادشاہی جو کچھ ملازمان ماتحت کی نسبت ہوتا ہے ان سے اوپر کے ملازموں کے واسطے سے ان تک پہنچتا ہے چنانچہ سب کو معلوم ہے اور نیز مقتضائے حدیث دیگر بھی یہی ہے جو شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ اللہ العزیز نے تفسیر عزیزی سورہ بقرہ میں بذیل تفسیر آیہ ثم استوی الی السماء فسلطن سبع سموات روایت کی ہے چنانچہ فرماتے ہیں داہن المنذر ان ابن عباس روایت کر وہ است کہ۔

سید السموات السماء التي في العرش وسيد الارضين التي انتم عليها

اس حدیث میں سے ایک تو مماثلت زائدہ معلوم ہوتی یعنی جیسے وہاں اوپر کا آسمان افضل ہے کیونکہ عرش اس میں ہے یعنی اس سے متصل ہے یہاں اوپر کی زمین یعنی یہ زمین افضل ہے دوسرے بدلائل التزامی یہ ثابت ہوا کہ اوپر کے آسمان واسے نیچے والوں پر حاکم ہوں کیونکہ افضلیت مسلمات ظاہر ہے کہ باعتبار افضلیت مکان سے سو نوع واحد میں افضلیت اس بات کو مقتضی ہے فرد افضل واکمل موصوف بالذات ہو کیونکہ موصوف بالذات کی طرف سے تو نوع واحد میں تفاوت افراد ممکن نہیں کیونکہ وہ ایک ہوتا ہے اور جہاں دو نظر آتے ہیں باہم نظر نوع واحد میں تعدد و ترکیب کو مقتضی ہے تاکہ اتحاد امر مشترک کی طرف راجع ہو اور تباہن امور متباہنہ کی طرف پھرا انجام کار وحدت لازم آجاتی ہے۔ اس صورت میں لاجرم یہ اختلاف و تفاوت معروض اور قابل کی طرف سے ہوگا کیونکہ حوادث میں جتنے اختلاف ہیں وہ انہیں دو کی طرف یا ان کی متمات کی طرف جیسے آلات و شرائط ہیں منسوب ہوتی ہیں بوجہ تنگی مقام زیادہ شرح سے معذور ہوں باہم اہل فہم کے واسطے یہ مضامین معروض ہوئے ہیں ان کو اتنا بھی کافی ہے الغرض یہ اختلاف و تفاوت معروضات کی بجانب ہوگا۔ مگر ظاہر ہے کہ اس صورت میں فرد اکمل واسطے فی المعروض ہوگا جو اپنے معروضات کے حق میں موصوف بالذات ہوتا ہے اگرچہ کسی اور کی نسبت وہ بھی معروض ہو جیسے آئینہ وقت نور افشانی درو دیوار اگر دیوار کی نسبت واسطے

فی العروض اور موصوف بالذات ہے تو آفتاب کی نسبت خود معروض ہے سو ایسے ہی امور مجبوت عنہا میں سمجھنے دو دوسرے حکم عدل افضلیت بالضرورت اس بات کو مقتضی ہے کہ جو افضل ہو وہ باقیوں پر حاکم ہو علاوہ بریں حسن انتظام ہر ذی جو ہر نوع میں نمایاں ہے اس بات کو مقتضی ہے کہ جیسے افراد کا سلسلہ نوع پر اور انواع کا سلسلہ جنس پر ختم ہوتا ہے اور اس وجہ سے جنس کے احکام و آثار انواع میں اور انواع کے احکام و آثار افراد میں جاری و ساری ہیں یہ استقلال جو ہر فرد ذی العقول میں گونہ نمایاں ہے اور اس وجہ سے وہ انتظام جو ان کے متعلق ہو ہانے اور ان کے اجتماع پر موقوف ہے باطل ہو جاتا ہے کسی ایک آدمی کے متعلق کر کے اس مستقل اعظم قرار دیا جائے جس کے سامنے یہ استقلال فرادی فرادی و اسے محتاج نظر آئیں سو اسی کا نام حکومت ہے بلکہ وجہ تکثر افراد کی غور سے کی جائے تو وہ عرضی ہے کیونکہ اگر کئی کو مسرفیات کے ساتھ عرضی نہ ہو تو یہ تعداد افراد ہرگز ظاہر نہ ہو اور اس صورت میں مناسب یوں ہے کہ موصوف بالذات معروض پر بشرطیکہ قابلیت حکومت و حکومت رکھتے ہوں حاکم ہوتا کہ متبوعیت باطنی در صورت متبوعیت ظاہری منجملہ وضع اللہ فی محلہ سمجھی جائے پھر ذوقیت و تحتیت باوجود اتحاد نوعی حکم عدل و حکمت اس بات کو مقتضی ہے کہ جیسے فرد تنزل جنسی ہوتا ہے اس طرح ارواح ملائکہ ساقل تنزل ارواح ملائکہ عالی ہوں تو بہت مناسب ہے تاکہ یہ تکثر اور ذوقیت و تحتیت دونوں صحیح ہوں اس لئے کہ تنزل مرتبہ بھی مثل تکثر بجز عرضی ممکن نہیں چنانچہ افراد کی تنزل نوعی ہونے سے اور انواع کے تنزل جنسی ہونے سے یہ بات ظاہر ہے تنزل و تکثر متلازم ہیں اور عرضی پر موقوف اور عرضی کا قصہ آپ سن ہی چکے ہیں کہ موصوف بالذات موصوف بالعرضی پر جیسے باعتبار ظہور و نفوذ احکام یعنی آثار حاکم ہوتا ہے ایسے ہی باعتبار حکومت بھی حاکم ہونا چاہیے اس صورت میں کیفیت حال یہ ہوگی کہ ارواح ساقلہ جو مرتبہ تکثر میں پیدا

ہوتی ہیں اور درجہ میں بھی نیچے ہیں اور احوال صغیرہ و حقیرہ ہوں اور احوال عالیہ
 ہو درجہ میں عالی اور وحدت اور مبداء کی جانب میں ارواح عظیمہ و کبیرہ ہوں اور
 جب مجموعہ حصص کو لیجئے تو ایک روح اعظم مثل رب النوع ہو اور جد جگہ سے
 کر لیجئے تو روح صغیرہ پیدا ہو سو جب مرتبہ صغیرہ میں روحانیت ہے چنانچہ افراد
 کے ملاحظہ سے یہ ظاہر ہے تو مرتبہ عظمت میں روحانیت کیوں نہ ہوگی۔ کیونکہ
 وصف ذاتی حالت اجتماع حصص میں تو اور بھی زیادہ قوی ہوتا ہے سو یہ اجتماع
 حصص اگر ہوتا ہے تو موصوف بالذات ہی میں ہوتا ہے معروض میں نہیں ہوتا
 کسی حصص میں پورا نور نہیں البتہ آفتاب میں سب حصص فراہم ہیں اس لیے مراتب ذاتی
 میں ارواح عظیم ہوں گی اور مراتب تحتانی میں ارواح صغیرہ اور اس وجہ سے
 فوق و تحت خارجی و ظاہری بھی ملو نظر رہنا چاہئے تاکہ ظاہر و باطن متناسب رہیں
 بالجملہ وحدت نوعی و کثیر افراد ہی اور پھر فرق فوق و تحت باعتبار قانون عدل و حکمت
 اگر درست ہو سکتا ہے تو یوں ہو سکتا ہے جس طرح سے عرض کیا کہ ارواح عالیہ
 ارواح سافلہ کے لئے موصوف بالذات ہوں اور افضل ترین ملائکہ فلک ہفتم کوئی
 ایک مالک ہو جس کی روح بنے ارواح الملائکہ باقیہ فلک ہفتم بھی ہو اور بیخ روح
 فرد افضل ترین ملائکہ فلک ششم بھی ہو کر پھر اس کی روح مع ارواح باقیہ فلک
 ششم اور فرد اکمل ملائکہ فلک پنجم علیٰ ہذا القیاس اور فرد اکمل ملائکہ فلک ہفتم کا
 ملائکہ اور فلک ہفتم کے لئے بھی بیخ ہونا اور فرد اکمل ملائکہ فلک ششم کے لئے
 بھی بیخ ہونا اور پھر ان کا اوپر ہونا اور فقط تابع ہونا اور اس کا نیچے ہونا اور
 قبوع و بیخ ملائکہ باقیہ فلک ششم بھی ہونا ایسا ہو جیسے آفتاب کا بہ نسبت آئینہ
 واقع فی السطح اور بہ نسبت دھوپ مستقیم ہونا ظاہر ہے کہ دھوپ اوپر
 ہے مگر چونکہ بیخ النور نہیں فقط تابع ہی ہے قبوع نہیں اور آئینہ منور بائیں نظر کہ
 درو دیوار کے سطح میں بیخ النور بھی ہو گیا ہے تو ان کے حق میں قبوع بھی ہے
 مگر یہ صورت اس وقت باہم زمینوں کی بھی ہوگی کہ ساتوں کی ساتوں آباد بھی

ہوں گی اور اوپر کے زمین کی فرد اکمل یعنی محمد رسول اللہ صلعم کی روح پاک
 جیسے ارواح انبیاء و مومنین کے لئے منبع ہوگی ایسے ہی فرد اکمل زمین ثانی
 کے لئے بھی منبع ہوگی، اور اس کی روح پاک باقی اس زمین کے مکان کے لئے بھی
 منبع ہوگی اور فرد اکمل زمین ہوم کے لئے بھی منبع ہوگی علیٰ ہذا القیاس نیچے زمین
 تک خیال کر لو اور تقریر سے یہ وہم بھی مرتفع ہو گیا کہ یہاں کا ہر ہر فرد حاکم و مینوع
 ہوا اور ارضی ماتحت کی افراد مقابلہ و تقناظرہ اپنے اپنے نظائر کے تابع بلکہ فقط فرد
 اکمل کا تابع ہونا اور ارضی سافل کے فرد اکمل کا اس کی نسبت اول تابع اور اس کے
 سبب افراد باقیہ کا تابع ہونا سمجھا جاتا ہے مثال مطلوب ہے تو اول آفتاب اور
 آئینہ کے حال پر غور کیجئے اوپر کی دھوپیں ان دھوپوں کی اصل نہیں جو آئینہ صحن سے
 پیدا ہوئے ہیں دوسرے دیکھئے لائٹ تو لغٹنٹ پر مثلاً حاکم پر اس کی اردلی کے لوگ
 اس کی اردلی کے حاکم نہیں البتہ لائٹ بواسطہ لغٹنٹ ان پر بھی حاکم ہے جیسے آفتاب بواسطہ آئینہ
 نیچے کی دھوپوں کا بھی مخدوم تھا اس تقدیر پر نیچے کی زمین سے سلسلہ نبوت شروع ہو گا اور
 رسول اللہ صلعم کے اوپر وہ سلسلہ ختم ہو گا جیسے یہاں کی نبوت کا سلسلہ بھی آپ ہی پر
 اتنا تمام پاتا ہے اتنا فرق ہے کہ یہاں انبیاء باقیہ میں باہم نسبت حکومت و محکومی محض
 باشارہ عقلی نہیں نکال سکتے اور نیچے کی زمین سے جو سلسلہ شروع ہوا ہے اس میں باشارہ
 عقلی ہم کہہ سکتے ہیں کہ دوسرے زمین واسے تیسری زمین والوں پر حاکم ہیں۔ اور تیسری
 زمین واسے چوتھی زمین والوں پر علیٰ ہذا القیاس سو اس فرق کی تصحیح اگر مثال سے منظور
 ہے تو سنئے کہ ہم بادشاہ کو لائٹ پر اور لائٹ کو لغٹنٹ پر حاکم تو فقط اتنی ہی بات کے
 بہرے بجز کہہ سکتے ہیں کہ ہم کو ان مراتب کا باہم فوق و تحت ہونا معلوم ہے پر لائٹ
 یا لغٹنٹ کے حکم اور علم میں یہ حکم برابر جاری نہیں کر سکتے غرض ایک سلسلہ نبوت
 تو فوق تحت میں واقع ہے اور باقیہ فرق مراتب مکانی اسکے فرق مراتب کی
 طرف اشارہ کیا گیا ہے اور ایک سلسلہ نبوت ماضی و مستقبل میں واقع ہے اور باقیہ
 فرق مراتب زمانی اس کے فرق مراتب کی طرف سے کی گئی شرح اس کی یہ ہے کہ

اہل فہم پر روشن ہے کہ زمانہ ایک حرکت ارادہ خداوندی ہے اور یہی وجہ ہے کہ محققین صوفیہ کرام علیہ الرحمۃ تجد و امثال کے قائل ہوئے کیونکہ حرکت میں مقولہ حرکت کا ایک فرد ہر آن میں تجد متحرک کو معرض ہوتا ہے۔ والعاقل تکفیتہ الاشارة اور یہی وجہ ہے کہ زمانہ مقدار حرکت ہے کیونکہ مقدار ہونے کیلئے تماثل اور تجانس ضرور ہے خط کے لئے مقدار خط ہی ہو سکتا ہے۔ اور سطح کے لئے مقدار سطح اور جسم کے لئے مقدار جسم یعنی وہ چیز جس سے کسی بیشی مساوات معلوم ہو۔ وہ ہم جس ہی ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ خط کو سطح سے نہیں ناپ سکتے اور اگر ناپ بھی لیتے ہیں تو اس کی ایک بعد سے جواز قسم خط ہے ہوتا ہے علیٰ ہذا القیاس اگر جسم کو سطح یا خط سے ناپیں تو اس کو بھی ایسا ہی سمجھو بہر حال زمانہ ایک امتداد حرکت خداوندی سے اگر اندیشہ تطویل نہ ہوتا تو انتشار اللہ اس بحث کو دا شگاف کر دکھلاتا پر کیا کیجے ذکر استطرادی بقدر ضرورت ہی زیبا ہے زیادہ نازیبا ہے۔ تفسیر اہل فہم سے یہ امید ہے کہ فقط اشارہ ہی ان کو کافی ہو۔ مگر در صورتیکہ زمانہ کو حرکت کہا جاوے تو اس کے لئے کوئی مقصود بھی ہوگا جس کے آنے پر حرکت منتہی ہو جائے۔ سو حرکت سلسلہ نبوت کے لئے نقطہ ذات عمری منتہی ہے اور یہ نقطہ اس ساق زمانی اور اس ساق مکانی کے لئے ایسا ہے جیسے نقطہ اس زاویہ تاکہ اشارہ شناسان حقیقت کو یہ معلوم ہو کہ آپ کی نبوت کون و مکان زمین و زمان کو شامل ہے۔ رہا یہ شبہ کہ زمانہ تو بعد ختم نبوة بھی یاتی ہے اگر حقیقت زمانہ حرکت مذکورہ سے تو لازم آتا ہے کہ مقصود تک ابھی نہیں پہنچے اور رسول اللہ صلعم افضل البشر نہ ہوں کیونکہ مقصود مطلوب نہیں چوتھا۔ حرکت مذکورہ ہوگا وہی افضل ہوگا سو یہ شبہ قابل اس کے نہیں کہ اہل فہم کو موجب تردید ہو مگر باہنہ دفع غلجان کے لئے یہ معرض ہے کہ ہر حادث زمانی کے لئے ایک عمر ہے جس کی وجہ سے محققان صوفیہ کرام ہر حادث میں قائل تجد و امثال ہونے کیونکہ زمانہ ایک حرکت ہے چنانچہ اس کا متجدد وغیرہ الذات ہونا بھی اس کے مؤید ہے اس صورت میں مسافات متعدد ہیں اور حرکات متعددہ منجملہ حرکات سلسلہ

نبوت بھی تھی سو پوجہ حصول مقصودا عظیم ذات محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ حرکت مبدل بسکون
 ہوئی البتہ اور حرکتیں ابھی باقی ہیں اور زمانہ آخر میں آپ کی ظہور کی ایک یہ بھی وجہ
 ہے غرض باعتبار زمانہ اگر مشرف ہے تو مستقبل میں ہے کہ وہ طرف مقصود ہے نہ بیکہ
 زمانہ مستقبل فی حد ذاتہ اشرف ہے۔ اور باعتبار مکان مکان بہانہ فو زانی تاکہ ذوقیت
 مراتب پر دلالت کرے باقی یہ فرق کہ نبی آدم کا ذریعہ بھی ہوتے ہیں اور ملائکہ کا ذریعہ نہیں
 ہوتے یا ملائکہ تعداد میں زیادہ ہیں اور نبی آدم کم سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ فرق
 اطلاق مائت میں تادرج نہیں یہ جو راقم سلطون نے عرض کیا تھا کہ وقتاً آن جو مقصودا استقلال
 ماہیت ارض و سما اور لوازم ماہیت ارض و سما یا مناسبات ماہیت ارض و سما میں
 سے ہوا ملاحظہ کر کے پھر تامل و یکمنا پاسیے سو جیسے عظمت سموات اور صغر زمین
 تشخصات و تینیات ارض و سما میں داخل ہے۔ اور یہ اختلاف مفہوم ہی میں آگیا
 ایسے ہی پوجہ مناسبت اختلاف متعادلہ سکال بھی مندر ہے۔ بلکہ اس صورت میں
 اگر یہاں کے سکال کو وہاں کے سکال کے ساتھ وہی نسبت ہو جو یہاں کی مقدار
 کو وہاں کی مقدار کے ساتھ ہر زمین کو اپنے مقابل کے ساتھ ہوتو عجیب نہیں۔
 اور اس صورت میں ممکن ہے کہ ساتویں زمین میں ایشیائی ہوں اور وہ زمین اس
 زمین سے ایسی چھوٹی ہو جیسے ساتویں آسمان سے یہ آسمان چھوٹا ہے۔ اور اگر سموات
 سب برابر ہیں تو زمینیں بھی سب برابر ہوں۔ ہا فرق اسلام اور کفر نہ اس فرق کی
 اختلاف لوازم ذاتی اور اختلاف مناسبات ذاتی پر ہے۔ پر علم تناسب تہایت وجہ
 کا علم نامعنی ہے۔ علم کامل تناسب تو خدا ہی کو ہے سو اس کے انبیاء اور صدیقین
 کو جو سکرا نبی آدم اور مصداق۔ ومن یومنی بالحکمة فقد اوتی خیرا کثیرا
 ہوتے ہیں کچھ ہو تو دیکھے موافق آیہ اعظم کل شیء مخلقتا اور نیز بمقتضاد اس حکم
 و عدل فغیم جن کا ہونا خدا کی ذات پاک میں مثل تو حیدر یقینی ہے یہ ضرور ہے کہ گیہوں
 کو اس کے مناسب برگ و بار اور جو کو اس کے مناسب انگور کو اسکے مناسب کھجور کو
 اس کے مناسب روح انسانی کو اس کے مناسب بدن اور روح ہماری کو اس کے

مناسب عطا ہو لیکن قبل مشاہدہ عملیات ہر نوع ایسا کوئی ماقبل سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ بتلا دے کہ گہروں کے ایسے شاخ دہر گسا دہر ہوں گے اور تہ کے ایسے اور انسان کا ایسا بدن جو ۱۰-۱۰-۱۰ کا ایسا غرضی تناسب و مناسبت یقینی پر وہ مناسبت و تناسب معلوم نہیں علم الیقین عین الیقین جب ہے کہ ہم اندھروں کو وہ دیدہ بصیرت عنایت ہو جس سے یہ فرق ایسا نمایاں ہو جائے جیسے اندھروں کو بینا ہوجانے کے یہ بات معلوم ہوجاتی ہے کہ لال رضائی پر سبز گوٹ اور سبز رضائی پر لال گوٹ چھپتی ہے سو اس کے اور گوٹ نہ زیادہ ہوگی بلکہ جس چیز کو نہانے کسی چیز کے ساتھ جوڑ دیا ہے یا متقابل میں رکھا نہائی کسی تناسب سے نہیں جب یہ بات معلوم ہو گئی تو اب سنیے کہ تشبیہ نسبت یہ نسبت جب ہی معلوم ہو سکتی ہے جب وہ چیزوں کا پہلے تناسب پیدا معلوم ہو اور وہ چیزوں کا بعداً مثلاً دو کو چار کے ساتھ وہ نسبت ہے جو ہزار کو دو ہزار کے ساتھ ظاہر ہے کہ اس تشابہ نسبت کا یقین بطور عین الیقین یا حق الیقین جب ہی متصور ہے کہ دو اور چار کا تناسب بھی معلوم ہو ہزار دو ہزار کا تناسب بھی معلوم ہو۔ الغرض تشبیہ نسبت یہ نسبت وحدت نوع نسبت کو متقنی ہے اور علم تشبیہ مذکور علم نوع مذکور اور ظاہر ہے کہ وہ مماثلت جو لفظ مشابہ سے بین السموات والارضین و مشہوم ہے تشبیہ نسبت ہے جس کو تشبیہ مرکب کہئے تشبیہ مفرد مفرد نہیں در نہ زمین کو آسمان سے کیا مناسبت اور کیا مشابہت اور اگر ہو بھی کوئی مناسبت اور ظاہر ہے کہ کوئی نہیں تو ہمیں کیا آہی اللہ الذی خلق سبع سموات ومن الارض مثلهن میں بالیقین تشبیہ نسبت ہے اس لئے کہ کم سے کم اگر نفس محدود میں مماثلت ہوگی تب معنی ہوں گے کہ اس مجموعے کے اجزاء کو باعتبار کم منفصل اس مجموعہ سے وہ نسبت ہے جو اس مجموعہ کے اجزاء کو باعتبار کم منفصل اس مجموعہ سے وہ نسبت ہے جو اس مجموعہ کے اجزاء کو اس مجموعہ کے اجزاء سے اور اہل فہم جانتے ہیں کہ یہ تاویل نہیں کہ دھینکا دھینگی تشبیہ مفرد کو مرکب بنا لینا ہے۔ بلکہ یوں کہئے کہ تاویل مفرد بنا لیتے ہیں۔ وجہ اس کی یہ

ہے کہ جملہ بتادلی مفرد ہو سکتا ہے پر مفرد میں بتادلی جملہ ممکن نہیں۔ سو کیوں نہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ کثیر حقیقی کو تو پورے سیدہ نسبت اجتماعی واحد بنا سکتے ہیں پر واحد حقیقی کو کسی طرح کثیر حقیقی نہیں بنا سکتے سو یہاں دیکھ لیجئے کہ کیا ہے واحد حقیقی ہے یا کثیر حقیقی نہ عدد میں وحدت ہے نہ معدود میں اور باعتبار ہمہ نسبت اجتماعی وحدت ہو بھی تو وہ مقصود بالذات بالارادہ نہیں۔ البتہ عنوان تشبیہیہ اور عنوان مشبیہ کہئے ورنہ اول تو من الارض مثلہن نہ فرماتے بسع الارضین فرماتے جس میں لفظ کم ہو جاتے معنی واضح ہو جاتے کہنا یہ سے یہ حال صراحت میں زیادہ وضاحت ہوتی ہے باقی اس لفظ میں کوئی اور خوبی زیادہ نہیں۔ مبالغہ فی عدد البس مقصود نہیں جو یوں ہی کہئے کہ الکناۃ ابلغ من الصراحتہ سوا مماثلت فی العدد کہئے تو کلام از قبیل المعنی فی بطن الشاعر ہو جائے ذات وصفات کی بحث نہیں کہ الفاظ مستعملہ میں سے سوا اس لفظ کے ادا معنی مقصود میں کام نہ دے باں اگر مساوات فی المقادیر ہوتے تو البتہ یہ محل اس لفظ کے لئے بہت عمدہ تھا و دوسرے یہ تشبیہ نسبت اور علاوہ اس کے اور مناسبیں اور مماثلتیں جو مذکور ہو چکیں اس طرح سے ہرگز برابر است نہ آئیں۔ بلکہ یہاں تشبیہ نسبت مقصود بالذات ہے اور ظاہر ہے کہ تشبیہ نسبت میں مشابہت اور مناسبت ظرفین علاوہ نسبت مذکورہ ہرگز ضرور نہیں بلکہ ممکن ہے کہ نہایت درجہ کابلون بعید ہو یہی وجہ ہے کہ خدا کے تعالیٰ اپنی ان نسبتوں کو جو مخلوق کے ساتھ حاصل ہیں ان نسبتوں کے ساتھ تشبیہ دیتا ہے جو مخلوق کو مخلوق کے ساتھ ہوتی ہے۔ مثلاً فرماتے ہیں۔

خوب لکم من انفسکم هل لکم مما ملک ایما لکم من شرکاء فیما من رقناکم فانتم فیہ سواد تغافونہم کہ خیفتم انفسکم یا فلتے ایہ۔

اللہ نور السموات والارض مثل نور لا کمشکوۃ فیہا مصباح المصباح
فی نزاجہ الزجاجة کاٹھا کوکب ڈہری یوقد من شجرۃ مباس کہ نہ زینونہ
لا شرقیۃ ولا غربیۃ یکاد نہ میتھا یضیء ولولہ تمسہ الناس

نور علی نوس -

علیٰ بن القیاس بہت بجا تشبیہ نسبت مراد ہے تشبیہ مفروض نہیں اور اس صورت میں ہرگز نہ کسی طرح کا نتیجہ ہے نہ کسی طرح کی تاویل بلکہ جیسے دو روپیوں کا چار روپیوں کے ساتھ وہ نسبت ہے جو دو پہاڑوں کو چار پہاڑوں کے ساتھ یا ہزار جوتوں کو دو ہزار جوتوں کے ساتھ یا لوکارٹم کے سلسلہ کو اپنے مقابل کے سلسلہ کے ساتھ یا مجذورات اعداد مرتبہ من الواحد الی غیر النہایہ کو اعداد مرتبہ کے ساتھ ہے اور اس تشبیہ میں باد چودیکہ طرفین کو نسبتیں میں کچھ مناسبت ہی نہیں ہرگز کچھ حجاز نہیں بلکہ تشبیہ اپنی معنی حقیقی پر ہے ایسی ہی طرح آیت اللہ الذی میں خیال فرمائیے اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ ترکیبات روحانی اور جسمانی بنی آدم اور حیوانات الارضی وغیرہ کو ترکیبات روحانی و جسمانی ملائکہ افسلاک کے ساتھ وہی نسبت ہو جو زمین کو فلک کے ساتھ اور یہ فرق کفر و اسلام نیز لگی ترکیب مختلفہ سے ہوا ہو جو صیغ کی ضرورت ہو تو دیکھئے جیسے اجسام بنی آدم میں ترکیب عناصر ہے اور ترکیب کو بوجہ مشاہدہ رطوبت پودت حرارت برودت خواص اربعہ عناصر اربعہ دریافت کیا ہے۔ کیونکہ خاصہ کا وجود اپنے ملزوم اور بہ کے وجود پر دلالت کرتا ہے ایسے ہی بوسیدہ خواص اربعہ لویں سمجھے میں آتا ہے کہ ارواح بنی آدم میں بھی چار عناصر سے ترکیب دی ہے وہ خواص اربعہ کیا ہیں ایک تو مضمون استنکیار یا تصور ابہت سب میں مشہور ہے دوسرا مضمون خواہش تیسرا مضمون تاثیر اور انفعال بھی قلیل کثیر سب میں ہے چوتھے استقلال علیٰ بن القیاس غصہ اور سبک حرکتی اور نرمی اور کسلی بھی سب میں نظر آتی ہے علیٰ بن القیاس مضمون عصیان و انقیاد و نسیان و خطا بھی سب میں موجود ہے۔ یہ بارہ چیزیں جو مذکور ہوئیں ان میں جن چار کو تو آتش و باد و آب و خاک کے ساتھ ایک مناسبت ہے اہل فہم خود سمجھ لیں گے باقی ہمہ جیسے اختلاف مقادیر عناصر کے فرق حرارت و برودت و رطوبت و ہوسست امر جبہ بنی آدم پیدا ہوتا ہے ایسے ہی فرق مقادیر ملزو

مات خواص مذکورہ سے امرزجہ روحانی میں عجیب عجیب تر کہیں ظاہر ہوتی ہیں جن
 میں سے ایک مزاج کفر یا اسلام بھی ہے مگر یاد وجود مناسبت مذکورہ جو عناصر
 جسمانی اور عناصر روحانی میں مذکور ہوئی۔ تر اکیب روحانی میں تو کفر و اسلام
 حاصل ہوتا ہے پر تر اکیب جسمانی میں حاصل نہیں ہوتا سوا اسی طرح اگر تناسب
 میں الملائکہ و نبی آدم محفوظ رہے اور یہاں فرق کفر و اسلام نمایاں ہو وہاں
 نہ ہوں تو کونسی ایسی محال یاد شوار بات ہے جس کی وجہ سے اطلاق مماثلت
 سماء و ارض میں شامل ہو جیسے بالجملہ مماثلت بین السماء و الارض بجمیع الوجوہ ہے
 اور یہ فرق امرزجہ ملائکہ رحمتہ ملائکہ عذاب و ملائکہ جنت و ملائکہ دوزخ و ملائکہ
 متعینہ قبض ارواح اس تناسب کی تصحیح کے لئے کافی ہے واللہ اعلم بحقیقتہ
 الحال جب ان اور اہام کی مدافعت سے فراغت پائی تو مناسب یوں ہے کہ پھر
 اصل مطلب کی طرف رجوع کیجئے ناظرین اور ان جب بات سمجھ گئے ہیں کہ متقن
 آیت اللہ الذی خلق سبع سموات و من الارض مثلین تشبیہ نسبت سے تشبیہ مفرد
 نہیں جو تساوی مفاد میرا جرام و ما فیہا لازم آئے تو یہ بات بھی سمجھ میں آگئی ہوگی
 کہ اگر بطور تشبیہ یوں کہا جائے کہ فرد اکمل فلک ہفتم کو افراد باقیہ فلک مذکورہ کے
 ساتھ و نسبت ہے جو فرد اکمل فلک ششم کو اس کے افراد باقیہ کے ساتھ با افراد
 اکمل زمین ہذا یعنی خاتم النبیین مسلم کو فرد اکمل زمین دوم سے اسی طرح تشبیہ دین
 اور مراد یہ ہو کہ آپ کو حضرت آدم حضرت نوح حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ
 حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے ساتھ مثلاً وہ نسبت ہے جو فرد اکمل زمین
 دوم کو حضرت آدم و غیر تم علیہم السلام کے مقابل کے افراد زمین دوم کے
 ساتھ اور اسی طرح اور افلاک اور اراضی باقیہ سمجھ لو تو مجہان نبوی جو فہم خدا
 داد بھی رکھتے ہیں متاثر تو کیا ہوں گے برضا و رغبت اس مضمون کو قبول کریں
 گے کیونکہ قطع نظر اشارہ حسن انتظام خداوندی اور دلالت آیت اللہ الذی خلق
 سبع سموات الخ اس صورت عظمت شان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر ہے۔

اگر ہفت زمین کو بطور مذکور بہ ترتیب فوق و تحت نہ مانئے تو پھر عظمت و شان محمدی
 بہ نسبت اس قدر عظمت کے جو در صورت تسلیم امر اضعی ہفت گانہ بطور مذکور لازم
 آتی تھی چھ گنی کم ہو جائے گی۔ بلا ہر ہے کہ بادشاہ ہفت اقلیم کو اگر کوئی نادان فقط
 اسی اقلیم کا بادشاہ سمجھے جن میں وہ رونق افروز ہے تو یوں کہو اس کی عظمت کے
 چھ حصے گھٹا دینے فقط ایک ہی پر قناعت کی عزت قائم ہونا ایک امر اضافی سے ہے
 مضاف الیہ نتیجہ ہی نہیں ہو سکتا سو حقیقتاً اس کے مضاف الیہ ہوں گے اسی قدر خاقیت
 کو افزائش ہوگی جیسے بادشاہت ایک امر اضافی سے محکوموں اور رعیت کی افزائش پر
 اس کی ترقی اور عظمت موقوف ہے مگر ہاں کوئی نادان آجکل کے نوابوں کو دیکھ کر دھوکہ
 کھائے اور کہے کہ جیسے آجکل کے نواب بے ملک نواب میں ایسے ہی آنحضرت صلعم کی خاقیت
 اور انبیاء کی محتاج نہیں جو اس کی ترقی اور افزائش کے لئے بیوں کی تکثر کی ضرورت ہو۔
 بالحد کہ کوئی نادان یا کوئی منافق ایسی باتوں کی تسلیم میں متامل ہو تو اہل فہم اور اہل محبت
 کو تو تامل نہیں ہو سکتا ہاں بوجہ عدم ثبوت قطعی نہ کسی کو تکلیف عقیدہ دے سکتے ہیں
 نہ کسی کو بوجہ انکار کافر کہہ سکتے ہیں کیونکہ اس قسم کے استنباط امت کے حق میں مفید
 یقین نہیں ہو سکتے۔ احتمال خطا باقی رہتا ہے۔ البتہ تصریحات قطعی الثبوت تو پھر
 تکلیف مذکور اور تکفیر مسطور دونوں بجا تو ہاں ایسی تصریحات درجہ قطعیت کو نہیں
 پہنچی یعنی نہ کلام اللہ میں ایسی تصریح ہے نہ کسی حدیث منواتر میں البتہ حضرت عبد اللہ
 بن عباس سے ایک اثر منقول ہے جو درجہ تو انتر تک نہیں پہنچا نہ اس کے مستنون پر اجماع
 منعقد ہوا اس لئے تکلیف اعتقاد اور تکفیر منکران تو مناسب نہیں پر ایسے آثار کا
 انکار خصوصاً جب اشارۃ کلام ربانی بھی اسی طرف ہو تھالی ابتداء سے ایسی باتوں کا
 منکر پوراہل سنت و جماعت تو نہیں کیونکہ ائمہ حدیث نے اس کی تصحیح کی ہے اور
 جس نے اس کو شاذ کہا ہے جیسے امام بیہقی تو انہوں نے صحیح کہہ کے شاذ کہا
 ہے۔ اور اس طرح سے شاذ کہنا مطاعن حدیث میں سے نہیں سمجھا جاتا۔
 کما قال السید الشریف فی رسالت فی اصول الحدیث قال الشافعی

الشاذ ما رواه الثقة مخالفا لما رواه الناس قال ابن الصلاح فيه
تفصيل فما خالف مفرده واحفظ منه واضبط فثاذ ومردود وان
لم يخالف ثم عدل ضابط فصحيح وان رواه غير ضابط لکن لا یبعد عن
درجة الضابط فحسن وان بعد فمناکر۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ شاذ کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ روایت ثقہ
مخالف روایت ثقات ہو دوسرے یہ کہ اس کا راوی فقط ایک ہی ثقہ ہو سو باہر
معنی اخیر منجملہ اقسام صحیح ہے نہ عند صحیح چنانچہ شیخ عبدالحق دہلوی
فرماتے ہیں۔

قال الشيخ عبدالحق المحدث الدهلوی فی رسالۃ اصول الحدیث الستی
طبعها مولانا احمد علی فی اول المشکوۃ المطبوعۃ بعین الناس یضرون الشاذۃ
بمفہم الراوی من غیر اعتبار مخالفت الثقات کما سبق ویقولون صحیح شاذ صحیح
غیر شاذ فالشذوذ بهذا المعنی ایضا لاینا فی الصحیحۃ کالخرابۃ والذعر
یذکر فی مقام الطعن هو مخالف الثقات انتهى۔

یہ عبارت بعینہ وہی کہتی ہے جو میں نے عرض کیا سو لفظ شاذ سے کوئی
صاحب دھوکہ نہ کھائیں۔ اور یہ نہ سمجھیں کہ جب اثر مذکور شاذ ہوا تو صحیح کیوں
کہہ سکتا ہے وہ شذوذ جو قاعد صحت سے بعینہ مخالف ثقات ہے چنانچہ سید
شریف ہی رسالہ مذکور میں تعریف صحیح میں یہ فرماتے ہیں۔

هو ما اتصل بسندہ بنقل العدل الضابط عن مثله وسلم عن
شذوذ محدث ونعمۃ بالمتحمل ما لم یکن مقطوعا بای وجه کان وبالعدل من لم
یکن مستورا للعدالة ولا مجرورا والضابط من یكون حافظا متيقظا و
بالشذوذ ما يرويه الثقة مخالفا لما يرويه الناس وبالعلة ما فيه أسباب
خفيفة غامضة قاذحة۔

اس تقریر سے اہل علم پر روشن ہو گیا ہو گا کہ شذوذ بعینہ مخالف ثقات مراد نہیں

کیونکہ شد و ذبیحے مخالف ثقات صحت کے لئے معتبر ہے جو حدیث میں معنی شاذ ہے
 و صحیح نہیں ہو سکتی۔ بائیںہ مخالفث و عدم مخالفت کا عقدہ بھی تقریر گذشتہ سے کمال
 گیا۔ اگر اثر حضرت عبداللہ بن عباس مخالف تھا تو بلکہ خاتم النبیین کے مخالف تھا
 یا ان لحدیث کے معارض تھا جو مبین اور مفسر معنی خاتم النبیین میں سول بعد مطالعہ
 تقریر گذشتہ اہل فہم کو تو انشاء اللہ تعالیٰ کچھ تر دو نہ رہے گا کہ اثر مذکور مؤید و مثبت
 معنی خاتم النبیین ہے نہ مخالف بلکہ اثر مذکور کا غلط ہونا البتہ ثبوت خاتمیت میں بہت
 قاطع ہے۔ اور کیوں نہ ہو در صورت انکار معلوم خاتمیت کے سات حصوں میں سے ایک
 ہی حصہ باقی رہ جاتا ہے اس صورت میں مدعیان محبت نبوی سے یہ کہو یہ توقع ہے کہ
 بسا اس اثر کا انکار کرتے تھے اب اتنا ہی اقرار کریں۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر انکار
 میں تو نکتہ یہ رسول اللہ صلعم کا کھٹکا بھی تھا اقرار میں تو کچھ اندیشہ ہی نہیں بلکہ سات
 زمینوں کی بلکہ اگر لاکھ دو لاکھ اور پچھے اسی طرح اور زمینیں تسلیم کر لیں تو میں فرم کش
 ہوں کہ انکار سے زیادہ اس اقرار میں کچھ وقعت نہ ہوگی نہ کسی آیت کا تعارض نہ تمہی
 حدیث سے معارضہ نہ باثر معلوم اس میں سات سے زیادہ کی نفی نہیں ہو جب
 انکار اثر مذکور میں باوجود فصیح ائمہ حدیث یہ جہارت ہے تو اقرار ادا معنی زائدہ از
 سبع میں تو کچھ ڈر ہی نہیں علاوہ بریں پر ثقہ بر ثقہ خاتمیت زمانی انکار اثر مذکور میں تدرہ
 نبوی صلعم میں کچھ اعتراض نہیں ظاہر ہے کہ اگر ایک شہر آباد ہو اور اس کا ایک شخص
 حاکم ہو یا سب میں افضل تو بعد اس کے کہ اس شہر کی برابر دو دوسرا ویسا ہی شہر
 آباد کیا جاوے اور اس میں بھی ایسا ہی حاکم ہو یا سب میں افضل تو اس شہر کی آبادی
 اور اس کے حاکم کی حکومت یا اس کے فرد افضل کی افضلیت سے حاکم یا افضل شہر اول
 کی حکومت یا افضلیت میں کچھ کمی نہ آجائے گی اور اگر دو صورت تسلیم اور چھ زمینوں
 کے وہاں کے آدم و نوح و غیرہم علیہم السلام یہاں کے آدم و نوح علیہم السلام و غیرہم
 سے زمانہ سابق میں ہوں تو باوجود مماثلت بھی بھی آپ کی خاتمیت زمانے سے انکار نہ
 ہو سکے گا جو وہاں کے محمد صلعم کے مساوات میں کچھ حجت کیجے ہاں اگر خاتمیت معنی

اتصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا کہ اس بیچہ ان نے عرض کیا ہے تو پھر سوا رسول اللہ صلعم اور کسی کو افراد مقتصد و بالخلق میں سے مماثل نبوی صلعم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کی افراد خارجی ہی پر آپ کی افضلیت ثابت نہ ہوگی افراد مقتدرہ پر بھی آپ کی افضلیت ثابت ہو جائیگی بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاقیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے بالجملہ نبوت اثر مذکورہ و ذمہ مثبت خاقیت سے معارضت و مخالف خاتم النبیین نہیں جو یوں کہا جائے کہ یہ اثر شاذ یعنی مخالفہ و ایۃ ثقات ہے اور اس سے یہ بھی واضح ہو گیا ہوگا کہ حسب مزعوم مشکران اثر اس اثر میں کوئی علت نامعنه بھی نہیں جو اسی راہ سے انکار صحت کیجئے کیونکہ اول تو امام ابنہ ہنفی کا اس اثر کی نسبت صحیح کہنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں کوئی علت نامعنه خفیہ قادر حقیقی الصلوۃ نہیں دوسرے شدہ و ذمہ تھا تو یہی تھا کہ مخالف جملہ خاتم النبیین ہے۔ اور علت تھی تب ہی تھی۔ اگر اور کوئی آیت یا حدیث ایسی ہی جس سے سات سے کم زیادہ زمینوں کا ہونا انبیاء کا کم و بیش ہونا یا نہ ہونا ثابت ہوتا تو کہہ سکتے تھے کہ وجہ شدہ و ذمہ ہے مگر آج تک نہ کسی نے ایسی آیت و حدیث سنی نہ مدعیوں نے پیش کی علیٰ ہذا القیاس مضمون علت قادرہ کو خیال فرمائے آج تک سوا مخالفت مضمون مذکور کسی نے کوئی وجہ قادرہ فی الاثر المذکور پیش نہیں کی اور فقط احتمال ہے دلیل اس باب میں کافی نہیں در نہ بخاری و مسلم کی حدیثیں بھی اس حساب سے شاذ و معطل ہو جائیں گی۔ اور نیز یہ بھی واضح ہو گیا ہوگا کہ یہ تاویل کہ یہ اثر اسرائیلیات سے ماخوذ ہے۔ یا انبیاء رارضی ماتحت سے مبالغہ ان احکام سر اوٹیل ہرگز قابل التفات نہیں و حیر اس کی یہ ہے کہ باعث تاویلات مذکورہ فقط یہی مخالفت خاقیت تھی۔ جب مخالفت ہی تو ایسی تاویل میں کیوں کیجئے جن مدلول معنے مطابقتی سے کچھ علاقہ ہی نہیں باقی رہی یہ بات کہ بڑوں کی تاویل کو نہ ماننے تو ان کی تحقیر لغو نہ بالذکر لازم آئے گی۔ یہ انہیں لوگوں کے خیال میں آسکتی ہے جو بڑوں کی بات فقط اندراہ ہے ادبی نہیں مانا کرے۔ ایسے لوگ اگر ایسا سمجھیں تو بجا ہے المر یقین علی

نفسہ اپنا یہ دظیرہ نہیں نقصان نشان اور چیز ہے اور خطا و نسیان اور چیز اگر بوجہ کم اتقانی
 بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا نقصان آگیا۔ اور کسی طفل
 نادان نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہو گیا ہے
 گاہ یا شد کہ کو دک نادان بفظ بر عدد و زلف تیر سے

ہاں بعد وضوح حق اگر فقط اس وجہ سے کہ یہ بات میں نے کہی اور وہ اگلے
 کہہ گئے تھے میری زبان میں اور وہ پرانی بات گائے بائیں تو قطع نظر اس کے کہ قانون
 محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات بہت بعید ہے ویسے بھی انہی عقل و فہم
 کی خوبی پر گواہی دیتی ہے۔ پھر بائیں ہمہ یہ اثر اگرچہ بظاہر موقوف ہے مگر با معنی
 مرفوع ہے۔ اس لئے کہ صحابی کا بطور حزمہ اُن امور کا بیان کرنا جن میں عقل کو دخل
 نہ ہو اہل حدیث کے نزدیک مرفوع ہوتا ہے وچہ اس کی یہ ہے کہ صحابہ سب کے سب
 عدول اور پھر عدول بھی اول درجہ کے۔ تقویٰ میں ایسے پکے کہ اور کسی سے ان کی
 ریس نہیں ہو سکتی۔ پھر یہ کب ہو سکتا ہے کہ عمداً جھوٹ بولیں اور وہ بھی دین کے
 مقدمے میں ہاں بطور احتمال جیسا کہ استنباط میں ہوا کرتا ہے ایسی باتوں میں جن میں
 عقل کو مداخلت ہے دخل دیدینا ان سے ممکن ہے بلکہ واقعہ ادا ان سے کیا تمام اکابر سے
 یہ بات منقول ہے۔ مگر اثر مذکورہ کا بطور حزمہ ہونا اور مضمون مذکورہ کا عقیدت میں سے نہ
 ہونا ظاہر و باہر ہے سو جب اثر مذکورہ مرفوع ہوا اور سند اسکی صحیح آیت مذکورہ اس کی
 موید محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف مائل حسن انتظام جو ہر نوع میں مشہور
 ہے اس پر شاہد عظمت قدرت اس پر وال تیسرے بھی انکار کیا جائے تو بجز اس کے کیا
 کہا جائے کہ امثال روافض و خوارج و اہل اعتزال ایسی باتیں کیا کرتے۔ ان فرقوں نے
 بھی بوجہ قصور فہم آیات والہدویت و تقدیر و خلق و افعال میں تاویلیں کیں اور احادیث
 مصرحہ مضامین مذکورہ کو تسلیم نہ کیا بلکہ مذہب سے پیش آئے سو جیسے آیات مذکورہ
 کی تاویلوں اور احادیث مذکورہ کی تکذیبوں کے باعث اہل حق نے ان کو دائرہ
 اہل سنت و جماعت سے خارج سمجھا ایسے ہی منکر اثر مذکورہ کو بھی سمجھنا چاہیے۔ اتنا

فرق سے کہ احادیث روایت وغیرہ اثر مذکور سے صحت میں اتنی تھیں اور آیات
مذکورہ دلالت مذکورہ میں آیتہ اللہ الذی خلق سبع سموات سے جو اطلاق مماثلت
پر دلالت کرتی ہے زیادہ اس لئے وہ بڑے بدعتی ہوں گے یہ چھوٹے مگر ہر چہ
یاد اباد سنی ہونا دونوں کا معلوم خاص کر جب یہ دیکھا جائے کہ اگر آیات روایت کی
دلالت آیتہ کی دلالت سے زیادہ واضح اور احادیث روایت وغیرہ کی صحت اثر مذکورہ
کی صحت سے زیادہ قوی تو کیا ہوا یہی یہ فرق اس طرف سے ہے مزاحمت خیالات عقلی میں قصد
الٹا ہے جیسے روایت وغیرہ کے تسلیم کرنے سے بظاہر قوی قوی دلائل مانع ہیں اور ہر
زمین میں آدم و نوح وغیرہ علیہم السلام کے تسلیم کرنے سے کوئی دلیل مانع نہیں۔ باقی
خیالات اہل بیہیت اگر مزاحمت تصدیق اصل اراغی ہنگامہ سے چہ جائے کہ وجود انبیاء مذکورہ تو
اول تو اس باب میں تنہا اثر مذکورہ نہیں بلکہ آیت مذکورہ اس باب میں قریب بیہیت کے ہے
دوسری وہ حدیث جو ہر روایت ابن ہریرہ وحوالہ مشکوٰۃ بلفظ اوپر منقول ہو چکی اسکی معاند
ہر خیالات اہل بیہیت ظنی خود اہل بیہیت اس کے ظنی ہونے کے قابل اور انکی دلائل کافی
ہونا ہر سوا کسی دوسری کو یہ وہم و گمان نہیں ہو کہ اس صورت میں افلاک باہم متصل نہ
رہیں گے مرکز زمین مرکز عالم پر منطبق نہ رہے گا۔ تو اس کو اتنا کہہ دینا چاہیے کہ وہ خیالات
جو ہزار طرح سے صحیح ہو سکتے ہیں انہیں احتمالات پر جو مذکور ہوئے موقوف نہ ہوں معارض
قول فخر صادق نہیں ہو سکتے اگر اطمینان منظور ہے تو دیکھ لیجئے بظہیر سوسے کہا کہتے ہیں
اور فیثا غزی کیا یونانی کیا کہتے ہیں انگریز کیا یا ہنہ حساب طلوع و غروب و خسوف و
کسوف و صیغ و متنا وغیرہ سب برابر صحیح جب باہم اہل بیہیت ہی میں یہ اختلاف
ہے اور مقصد برابر اصل تو پھر ان خیالات کے خبر دے انکار اقوال فخر صادق
کرنا نہایت نازیبا ہے۔ اہل بیہیت مجسمہ جو شمس و قمر وغیرہ کو متحرک مانتے ہیں اور زمین
کو ساکن آخر بصورت تصحیح حساب حرکات اکثر افلاک میں خارج المرکز مانتے ہیں
اور جو برعکس کہتے ہیں وہ زمین کے مدار کو بیضوی کہتے ہیں۔ سوا اگر باعتبار شارع
مخبر صادق زمین کو خارج المرکز کہہ لیا تو کیا گناہ ہے۔ بلکہ اس طرف خارج المرکز

یہ مانتے اور اس طرح شروع کرنا مان لیجئے تو بعد میں بعض مقدمات جب بھی تصحیح حساب مذکور
 ممکن ہے آنا فرق ہے کہ کسی نے یونہی ٹانگی کے تیر مارے کسی دیکھنے والوں کی زبانی کہا غیر یہ
 بات اور ہا پڑی اور مذکور کے الفاظ اس کے قریب قریب ہیں فی کل ابن آدم کا دم و فوج کو علم
 و ابراہیم کا ہر ایک دم و عینے کعبیسا کم و نبی کنیکم جملہ اخیر سے صاف روشن ہے کہ تشبیہ فی
 التسمیہ مراد مراد نہیں تشبیہ فی المرتبہ مراد ہے۔ سو آدم کا دم و فوج نام لے کر تشبیہ
 دینی ایسی ہے جیسے عربی میں کہا کرتے ہیں کل فرعون موسیٰ یا اردو میں کہتے ہیں خلانے
 کا باد آدم ہی نہ الا ہے۔ عرض جیسے یہاں نام مذکور ہے اور غرض مرتبہ و مقام اسے سے
 ہے ایسے ہی اثر مذکور میں بھی خیال فرمائیے کہ تشبیہ فی المرتبہ یعنی فی النبتہ مراد
 ہے فقط تشبیہ فی التسمیہ مراد نہیں ہاں کمال مماثلت اس بات کو مقتضی ہے کہ وہاں بھی
 یہی نام ہو اور شاید بھی وجہ ہے کہ نام کو ذکر کیا غرض جملہ اخیر میں تشبیہ فی النبوت دے
 اور پہلے جملوں میں اسما ذکر کر کے شاید اس بجانب اشارہ کیا ہو کہ جیسے مقامات افراد ارادنی
 سانہ مقامات افراد ارادنی عالیہ میں ایسے ہی توافق فی الاسم بھی ہے جبکہ نام ان مقامات میں سے
 فراغت حاصل ہوئی اور بچہ اللہ تمام شکوک اور ابہام کا استیصال گئی ہو گیا تو لازم یوں ہے
 کہ توضیح تشبیہ نبی کنیکم ایسی طرح کیجئے جس سے رسول اللہ صلعم کی افضلیت اور ارادنی
 سانہ کے خاتم کی آپ کے ساتھ مشابہت دونوں معانی میں ثابت ہو جائیں گے کہ پھر کوئی
 حالت متعلق باقی نہ رہے اور نیز یہ اشکال بھی مرتفع ہو جائے کہ مماثلت فی النسبت کا یہ اللہ
 القوی میں مراد ہونا تو مسلم وجود مذکورہ بالا اس بات کے اثبات کے لئے کافی پر اثر میں اس
 تشبیہ کو جو اول سے آخر تک موجود ہے تشبیہ فی النبتہ کہتا نظر ہر حال ظاہر ہے یہاں تو
 تشبیہ مفرد کہئے تو بجا ہے تشبیہ فی النبتہ کہیں گے تو وہی تشبیہ مرکب لازم آئے گی
 بالجملہ بغرض تو توضیح مشابہت الیہا و دفع شبہ مسطورہ کا یہ ہیچیدان اور بھی کچھ رقم طراز ہے پر
 اہل فہم و انصاف سے توجہ و اقرار حق کا خواستگار ہے۔ سنئے نبوت وہ کمال ہے جو مشق
 جمال امور کثیرہ پر موقوف حدیث اللہ و باہر جز من سنتہ و اربعین جز من نبوتہ سب ہی کو یاد ہرگی
 بنجاری وغیرہ صحاح میں موجود ہے دیکھئے اس حدیث سے صاف ثابت ہے کہ کمال نبوت

کوئی امر بسط نہیں سو جیسے جمال جملہ اعضاء ضروریہ کے مجتمع ہو جانے سے حاصل ہوتا ہے ایسے ہی کمال نبوت بھی تمام کمالات ضروریہ کے اجتماع سے حاصل ہوتا ہے مگر جیسے تناسب جمال کا کوئی ایک قاعدہ نہیں ہر حسین میں ایک سدا ہی تناسب ہے۔ علیٰ ہذا القیاس تناسب کمالات نبوت بھی ایک ہی اندازہ پر نہیں ہوتا کہیں کوئی تناسب ہوتا ہے کہیں کوئی سو اگر دو چیزوں کے کمالات میں ایک ہی تناسب ہو تو ایک کی نبوت دوسرے کی نبوت کے مماثل ہوگی نہیں تو نہیں مگر جیسے اہل عالم میں دو جمال ایک تناسب کے نظر نہیں آتے اگر چہ فی حد ذاتہ ممکن ہو ایسے ہی دو کمال نبوت بھی ایک تناسب کے عالم میں معلوم نہیں ہوتے ہاں جیسے آئینہ میں عکس جمال کا تناسب بھی وہی ہوتا ہے جو اصل جمال کا تناسب ایسے ہی عکس کمال نبوت کا تناسب بھی وہی ہوگا جو اصل کا تناسب ہے۔ اگر کہیں فرق پڑے گا تو آئینہ یا ربیت معروف کی وجہ سے فرق پڑے گا جیسے تناسب عکس جمال میں آئینہ کی وجہ سے کہیں فرق پڑتا ہے یعنی کہیں عکس مذکور اس تناسب پر معلوم نہیں ہوتا جو اصل میں ہوتا ہے بلکہ اس کی نسبت لمبایا موٹا یا چوڑا نظر آنے لگتا ہے علیٰ ہذا القیاس آئینہ بزرگ میں جیسے عکس بزرگ اصل ہوتا ہے اور آئینہ سرخ و سبز میں عکس بزرگ اصل نہیں رہتا بلکہ الوان آئینہ کی تابع ہو جاتا ہے ایسے ہی کیفیات عکس نبوت میں اگر فرق پڑے گا تو اس کا باعث کوئی کیفیت نامہ آئینہ یا ربیت معروف من نبوت ہوگا جو یہ بات ذہن نشین ہوگئی تو اگلے صفحہ تقریر متعلق معنی قائم انبیاء سے یہ بات تو سبھی اہل فہم سمجھ گئے ہونگے کہ موصوف بوصف نبوت بالذات تو ہمارے رسول اللہ صلعم ہی میں باقی اور انبیاء میں اگر کمال نبوت آیا ہے تو جناب ختم مآب صلعم ہی کی طرف سے آیا ہے مگر باسی لحاظ کہ ہر نبی کی روح اس کی امتیوں کی ارواح کے لئے معدن اور اصل ہوتی ہے چنانچہ تقریر متعلق آیت یعنی اوتے بالمو منین من انفسم میں اوتی تا کی کیجئے تو اسپر شاہد ہے یوں سمجھ میں آتا ہے کہ اور انبیاء رسول اللہ صلعم سے فیض لے کر امتیوں کو پہنچاتے ہیں عرض پنج میں واسطہ فیض میں مستقل بالذات نہیں مگر یہ بات بعینہ وہی ہے جو آئینہ کی نور افشانی میں ہوتی ہے عرض جیسے آئینہ آفتاب اور اس درصوب

میں واسطہ ہوتا ہے جو اس کے وسیلہ سے ان مواضع میں پیدا ہوتی ہے جو خود مقابل
 آفتاب نہیں ہوتی پر آئینہ مقابل آفتاب کے مقابل ہوتی ہیں ایسے ہی انبیاء باقی بھی
 مثل آئینہ بیچ میں واسطہ فیض ہیں غرض اور انبیاء میں جو کچھ ہے و ظل اور عکس محمدی ہے
 کوئی کمال ذاتی نہیں پر کسی نبی میں وہ عکس اسی تناسب پر ہے جو جمال کمال محمدی میں تھا
 اور کسی نبی میں پوجہ معلوم وہ تناسب نہیں رہا ہو جہاں کہیں کنیکیم فرمایا ہے اس میں بقا
 تناسب کی جانب اشارہ ہے ہر سال بعد لحاظ معنی خاتم النبیین اور تشبیہ مندرجہ
 نبی کنیکیم یہ بات عیاں ہو باقی ہے کہ اور زمینوں میں عکوس محمدی صلعم سے تناسب
 کے ساتھ ہیں اور مفہوم تناسب سے اس تشبیہ کا تشبیہ فی الغبۃ ہونا بھی ظاہر ہو گیا
 یعنی کمالات اصل میں جو تشبیہ تھی وہی نسبت کمالات عکوس میں بھی محفوظ رہے اس
 صورت میں اگر اصل و ظل میں تساوی بھی ہو تو کچھ حرج نہیں کیونکہ افضلیت پوجہ
 اصلیت پھر بھی ادھر رہے گی اور اگر یوں کیے مشبہ بذات محمدی ہے اور مشبہ
 فرادئی فرادئی ہر نبی کی ذات اس لیے اس تشبیہ کو تشبیہ مضر و کہنا چاہئے نہ مرکب
 سو بھاری طرف سے بھی سلمنا مگر ہر حال مشتبہ بہ اور مشبہ کو واحد کہو یا متعدد وجہ
 نسبت تناسب داخلی یعنی تناسب بین کمالات اور تناسب خارجی یعنی تناسب بین
 الانبیاء دونوں ہی کو کہنا پڑے گا تاکہ اطلاق تشبیہ ہاتھ سے نہ جائے اور افضلیت
 محمدی کے لئے یہ وجہ اور ہاتھ آجائے کہ جیسا آئینہ میں عکس زمین کی دو تصویر عکس
 آفتاب کا طفیل ہے اور اس وجہ سے آفتاب ہی کی طرف منسوب ہونی چاہیے ایسے ہی
 اور زمینوں کے خاتموں کے فیوض خواہ ارواح انبیاء ہوں یا ارواح امت
 ان کے کمال ہوں یا ان کے سب آپ ہی کی طرف منسوب ہوں گے ان تمام
 مضامین کے مطالعہ کرنے والوں کو یہ بات بخوبی روشن ہو گئی ہو گی کہ در صورت
 تسلیم ارمانی و دیگر بطور معلوم یہ شہادت جملہ خاتم النبیین تمام زمینوں میں ہمارے
 ہی نبی پاک کی پیلوہ گری ہوگی۔ اور وہاں کے انبیاء آپ ہی کے درپوزہ گریوں
 گے۔ اور سب جانتے ہیں کہ اس میں جو فضیلت ہے در صورت انکار ارمانی

ماتحت وہ فضیلت ہاتھ سے باقی رہے گی۔ مگر ہاں شاید کسی صاحب کو یہ دوسو سہ حیران
 کرے کہ اگر اور چھڑ مینوں کے بطور معلوم ہونے میں حضرت خاتم النبیین صلعم کی
 فضیلت کو یہ افزائش ہے تو اور چھ خداؤں کے تسلیم کرنے میں مثلاً اسی طور خدا
 کی خدائی کو بقدر معلوم افزائش ہوگی سو ہر چند یہ شبہ انہیں لوگوں کو ہو تو جو رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کی برابر اور آپ کی نبوت کو خدا کی خدائی کے برابر
 سمجھتے ہیں یعنی اس کے تعدد سے اس کا تعدد اور اس کی وحدت سے اس کی
 وحدت پر ایمان لانے کو تیار ہوتے ہیں سو ایسے لوگوں سے ہمارے کلام بھی نہیں
 ہم تو کس شمار میں ہیں وہ تو خدا کی بھی نہیں مانتے ہاں بایں خیال کہ شاید کسی ایسے
 ویسے سے سن سنا کر کسی اور کو دھوکا نہ پڑے یہ گڈ اثر ہے کہ یوں تو اور بھی بہت سے
 اوصاف منقسم بالذات و بالعرض نہیں ہوتے پر ایک خدائی دوسرے امکان خاص ان دونوں
 میں فرق بالذات و بالعرض نہیں ہوتا جیسے امکان کے لئے ایک امکان بالذات ہی فرد
 ہے امکان بالغیر کی گنجائش نہیں ورنہ واجب اور ممتنع بھی کبھی ممکن خاص ہو جایا کرتی
 ہے۔ ایسے خدا کے لئے بھی ایک ہی بالذات کی صورت ہے ورنہ ممکن اور ممتنع بھی
 کبھی نہ کبھی خدا ہو جاتی اور بھی نہیں تو ان کا خدا ہونا ممکن تو ہونا سوال دونوں وصفوں
 کے اور اوصاف مشہورہ خاص کر اوصاف مشترکہ بین الواجب و الممكن میں دونوں
 قسمیں ہوتی ہیں کہیں بالذات کہیں بالعرض باقی وہ بات جس سے امکان اور خدائی
 کا قسم بالذات ہی کے ساتھ اختصاص سمجھ میں آجائے اور اوصاف باقیہ کا دونوں
 قسموں کی طرف منقسم ہونا روشن ہو جائے یہ ہے کہ اکثر اوصاف کا ان دونوں قسموں
 کی طرف منقسم ہونا تو سب ہی جانتے ہوں گے کہ کسی وصف کے ساتھ اگر قید بالذات
 یا بالعرض نکالیں اور اس وصف مع القید یعنی مقید کو دیکھیں تو پھر دوسری قسم کی
 گنجائش نہ رہے گی ورنہ اجتماع الضدین لازم آئے گا۔ ظاہر ہے کہ سواد بالذات
 بالعرض نہیں ہو سکتا اور یہ ایسی موٹی بات ہے کہ کوئی صاحب فہم اس میں متامل نہ
 ہو گا۔ ہاں فہم ہی نہ ہو تو پھر ان کا کچھ قصور نہیں سوا اور مقہومات تو ان دونوں

قیدوں سے معرطی ہیں اور مفہوم امکان میں یہ قیدیں ماخوذ ہیں۔ خدائی کا مفاد تو موجودیت
 بالعرض اور نبوت اور رسالت میں ظاہر ہے کہ یہ بات مقصود ہے۔ بلکہ مفہوم خدائی
 اور امکان چونکہ مفہوم اضافی نہیں تو یوں بھی نہیں کہہ سکتے کہ کہیں خدائی اور امکان
 مطلق ہو اور کہیں بالامناقتہ ہاں خاتمیت چونکہ مفہوم اضافی ہے تو یہ فرق اطلاق اور
 اضافت یہاں جاری ہو سکتا ہے باقی اس کا اضافی ہونا اور ان کا اضافی نہ ہونا سب
 ہی جانتے ہوں گے میں کس لئے قلم گھساؤں ہاں یہ بات قابل گزارش ہے کہ امکان
 میں چونکہ وصف بالعرض ماخوذ ہے اور اس کے حق میں منجملہ ذاتیات ہے تو یہاں
 بھی باوجودیکہ مفہوم بالعرض ماخوذ ہے بالذات ہی میں انحصار ہاں کیونکہ امکان
 مجموعہ موجودیت بالعرض کا نام ہے سو کسی صاحب کو یہ شبہ نہ پڑے کہ یہاں امکان بالعرض
 ہونا چاہیے تھا بالذات کیوں ہوں مفہوم موجودیت کو دیکھیں تو البتہ یہی حسیاب
 ہے اور ظاہر ہے کہ ممکنات موجود فی الخارج ہوں یا مرتبہ ایمان ثابۃ میں ان کو تحقق
 ہونوں ہاں موجود بالعرض ہیں بالذات نہیں کیوں کہ یہاں وجود خارجی کے اوصاف
 انتزاعیہ میں سے ہیں اور ہاں وجود باطنی کے اوصاف انتزاعیہ میں سے اور
 سب جانتے ہیں کہ اوصاف انتزاعیہ موجود لوجود المنشا ہوتے ہیں جس سے موجودیت
 بالعرض ٹپکتی ہے موجود بالذات نہیں ہوتی واللہ اعلم وعلہم اتم واکرم۔ بعد اس تفصیل
 کے بطور خلاصہ تقریر و فذالک دلائل یہ عرض ہے کہ ہرزمین میں اس زمین کے انبیاء
 کا خاتم ہے پر ہمارے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم ان سب کے خاتم آپ کو ان
 کے ساتھ وہ نسبت ہے جو بادشاہ بہت اقلیم کو بادشاہ اقلیم خاصہ کے ساتھ
 نسبت ہوتی ہے جیسے ہر اقلیم کی حکومت اس اقلیم کے بادشاہ پر اختتام پاتی
 ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے اس کو بادشاہ کہا۔ آخر بادشاہ وہی ہوتا ہے جو سب کا
 حاکم ہوتا ہے ایسے ہی ہرزمین کی حکومت نبوت اس زمین کے خاتم پر ختم ہو جاتی
 ہے پر جیسے ہر اقلیم کا بادشاہ باوجودیکہ بادشاہ ہے پر بادشاہ بہت اقلیم کا محکوم
 ہے ایسے ہی ہرزمین کا خاتم اگرچہ خاتم ہے پر ہمارے خاتم النبیین کا تابع جیسے بادشاہ

ہفت اقلیم کی عزت اور عظمت اپنی اس اقلیم کی رعیت پر مہاکم ہونے سے جس میں خود
مقیم ہے اتنی نہیں سمجھ جاتی جتنی کہ بادشاہان اقلیم باقیہ پر مہاکم ہونے سے سمجھی جاتی
ہے ایسی ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور عظمت اپنی اس اقلیم کی رعیت پر
مہاکم ہونے سے جس میں خود مقیم ہے اتنی نہیں سمجھی جاتی جتنی بادشاہان اقلیم باقیہ
پر مہاکم ہونے سے سمجھی جاتی ہے ایسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور عظمت
فقط اس زمین کے انبیاء کے خاتم ہونے سے نہیں سمجھی جاسکتی جتنی تمامین ارضی سافلہ
کے خاتم ہونے سے سمجھی جاتی ہے۔ مگر تعجب آتا ہے آج کل کے مسلمانوں سے کہ کس
قدر سے اور ناموں بلکہ خود زمینوں سے انکار کرتے ہیں۔ سپرمانے والوں پر کفر
کے فتوے دیتے ہیں یا سنی نہ ہونے کا اتہام ہیں۔ یہ وہی مثل ہوئی کہ نکٹوں نے نکی
والوں کو ناکو کہا تھا۔ خلاصہ مکتون خاطر منکرین اس صورت میں یہ ہوگا کہ رسول اللہ
صلعم کو اتنا عظیم الشان مت سمجھو کافر ہو جاؤ گے رسول اللہ صلعم سے اتنی محبت نہ کرو
دیکھو سنی نہ رہو گے سو اگر یہی کفر و اسلام اور یہی بدعت و سنت ہے تو اس اسلام
سے کفر بہتر ہے اور سنت سے بدعت افضل امام شافعی نے ان لوگوں کے مقابلہ
میں جو محبت اہل بیت بوجہ غلو و فض سبھتے تھے یوں فرمایا تھا شعر

ان کان رافضاً حب الی محمد فلیشهد الثقلان انی من اھل

ہم ان صاحبوں کے مقابلہ میں جو رسول اللہ صلعم کی اس قدر ازادیا قدر سے
ان کے خیال سے سات گنی ہو جائے برامانتے ہیں کہ تمامین ازادیا قدر کو کافر بنا کر
ازدہیب اہل سنت سمجھتے ہیں اس شعر کو مدل کر یوں پڑھتے ہیں

ان کان کفر اھب قدس محمد فلیشهد الثقلان انی من اھل

یہ تو خلاصہ مطلب تھا اب خلاصہ دلائل بھی سن لیجئے کہ دربارہ وصف نبوت فقط
اسی زمین کے انبیاء علیہم السلام ہمارے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے
اس طرح مستفیض و مستفیض نہیں جیسے آفتاب قمر و کواکب باقیہ بلکہ اور زمینوں کے
خاتم النبیین بھی آپ سے اس طرح مستفیض و مستفیض ہیں۔ مگر یہ بات سات زمینوں

کے ہونے اور ہرزمن میں انبیاء کے ہوتے پر اور پھر ان انبیاء کے وصف نبوت میں
 معروف اور آپ کے واسطے فی العروض ہونے پر موقوف ہے۔ جب تک یہ بات
 ثابت نہ ہو تب تک ثبوت مطلب متصور نہیں سو سات زمینوں کے ہونے پر ایک
 تو یہ آیت اللہ الذی خلق سبع سموات دوسرے حدیث مسطورہ ایک جس کو من
 اولہ الی آخرہ نقل کر چکا ہوں اور بعد ظہور توافقی آیہ و حدیث اس باب میں ان
 تفسیروں کا قول جنہوں نے سبع ارضین سے سبع اقالیم مراد لی ہیں یا بہفت طبقات
 زمین و احد تجویز کئے ہیں معتبر نہیں ہو سکتا۔ خاص کر اہل فہم کے نزدیک کیونکہ آیہ
 مذکورہ بھی بے معنوت و معنیہ حدیث مسطورہ تعداد اسما پر اور وہ بھی بقدر نبوت
 ایسی صاف دلالت کرتی ہے جیسے آسمانوں کے سات ہوتے لفظ سبع سموات جیسے
 سبع سموات کے معنی میں کسی نے یہ نہیں کہا کہ سات ٹکڑے ہیں یا سات بُرج مثلاً یا سات
 طبقے ایک آسمان کے ہیں۔ ایسے ہی یہاں یہ خیال باطل نہ باندھنا چاہیے۔ اور ہرزمن
 میں انبیاء ہونے کی دلیل بھی قطع نظر اس ثبوت کے جو اوپر مرقوم ہو ابد ستورہ مضمون
 سابق ایک آیت ہے اور ایک حدیث آیت کو بھی اللہ الذی خلق سبع سموات و من اللہ من
 مثلہن یتنزل الامریات۔ اور حدیث وہ اثر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی
 طرف اوپر اشارہ گذر اولت اثر تھا ہر سے پر دلالت آیت میں البتہ اتنی تفصیل نہیں
 سو یہ اسی پر کیا موقوف ہے۔ اکثر آیات اسی طرح اپنے مطالب پر دلالت کرتے
 ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ ہاقل و کفی خیر مما کثر و اھلی یا ما قل و دلی
 خیر مما کثر و اقل سو تمام آیات میں یہی ہے کہ الفاظ قلیل و معانی کثیر لکن فہم
 ہو تو جتنا پورا پورا بیان مطالب کلام اللہ کے الفاظ میں ہوتا ہے و تنہا اور الفاظ اور
 بیانات تو درکنار الفاظ حدیث میں بھی نہیں پوچھوٹے سے الفاظ میں مطالب
 کثیرہ جو مجتمع ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے سے الفاظ جہدے نہیں ہوتے یعنی
 ہر ایک مطلب کے لئے جہد الفاظ نہیں ہوتا اسلئے ہم سے یا ہوں کو بسا اوقات
 معلوم نہیں ہوتے بد دلالت شرح صحیح جو احادیث نبویہ معلوم ہیں البتہ بڑے

بڑے مطالبہ تھوڑے سے تھوڑے الفاظ سے نکل آتے ہیں عرض احادیث نبوی
صلعم قرآن کی اول تفسیر ہے اور کیوں نہ ہو کلام اللہ کی شان میں خود فرماتے ہیں
وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تَبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ حَسْبُ كَلَامِ اللَّهِ فِي سَبَبِ كَيْفٍ هُوَ أَيْسَرُ
چیز بالاجمال مذکور ہوئی تو اب احادیث میں مجھ تفسیر قرآنی اور کیا ہو گا اور یہ
بھی ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر قرآن دان بھی کوئی
نہ ہو اس صورت میں جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہی صحیح ہو گا اگر آپ
کی طرف کوئی قول منسوب ہو اور عقل کے مخالف نہ ہو تو گویا باعتبار سند اتنا قوی
نہ ہو جیسے ہو اگر قی میں تب بھی اور مفسروں کے احتمالوں سے تو زیادہ سمجھنا چاہیے
اس لیے کہ اقوال مفسرین کی سند بھی تو اس درجہ کی کہیں کہیں ملتی ہے پھر انکی فہم
کا چنداں اعتبار نہیں ہو سکتا کہ ہے ان سے خطا ہوئی ہو تفسیر پھر جب باعتبار سند
بھی برابر ہوئی اور ایک آپ کا قول ہو دوسرا کسی دوسرے کا تو بیشک آپ ہی کا قول مقنا
سمجھا جائے گا۔ اور اگر سند بھی حسب قانون اصول حدیث اچھی ہو تو پھر تو تامل کا کام
ہی نہیں ہو دیکھیے الفاظ تنزیل کے اگر یہ معنی بیان کئے جائیں کہ نزل داد امر و
نواہی اور نزل وہی ہوتا ہے اور اثر مذکور اس کی شرح کہی جائے تو یا بیوجہ کہ
بالعین مرفوع ہے اور باعتبار سند صحیح بیشک تسلیم ہی کرنا پڑے گا۔ بلکہ یہ قصہ ایسا ہو
جائے گا جیسے کسی اندر ہے کی آنکھیں بنا کر اس سے پوچھیں آفتاب کہاں ہے اور
وہ ٹھیک بتلائے اور آفتاب کو دیکھ کر اس کو پھینک آئی تو جیسے آفتاب کا اس جا پر
ہونا اس کی بنا ہو جانے پر شاید اور اس کا پینا ہو جانا آفتاب کے اس جگہ ہونے
پر ایسی ہی آیت تو اثر مذکور کی مصدق ہے اور اثر مذکور آیت کی مصدق اس پر پھر کو ایک
نقل یاد آئی۔

منقول حضرت بنیہ کے کسی مرید کا رنگ یکایک متغیر ہو گیا آپ نے سبب پوچھا
تو بروئے مکاشفہ اس نے یہ کہا کہ اپنی اماں کو دور رخ میں دیکھتا ہوں حضرت بنیہ
نے ایک لاکھ پچتر ہزار بار کبھی کلمہ پڑھا تھا پوچھ کر کہ بعض روایتوں میں اس

قدر کلمہ کے ثواب پر وعدہ کی منفعت ہے اپنے جی ہی جی میں اس مرید کی مال کو بخش دیا اور اس کو اطلاع نہ کی مگر بخشش ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جوان ہشاش بشاش ہے آپ نے پھر سبب پوچھا اس نے عرض کیا کہ اب اپنی والدہ کو جنت میں دیکھنا ہوں سو آپ نے اسپر یہ فرمایا کہ اس جوان کے مکاشفہ کی صحیحیت تو مجھ کو حدیث معلوم ہوئی اور حدیث کی تصبیح اس کے مکاشفہ سے ہو گئی سو ایسے ہی یہاں بھی سمجھئے کہ آیت مذکورہ تفسیر مشاعر الیہ تو اثر مذکورہ کی موبہ اور اثر مذکورہ کے موافق بالجہد قوی احتمال اس آیت میں نزول وحی ہوتا ہے پھر بینہ کی ضمیر یا تو فقط ار من مع مثلہن کی طرف راجع ہوگی اور بوجہ قرب اس طرف زیادہ دھیان جاتا ہے یا سلوات اور ار من مع مثلہن سب کی طرف ہر حال مطلب یہی ہو گا سو نزول امر بین السلوات تو حدیث ترمذی سے جس کی طرف ہم اشارہ کر چکے ہیں معلوم ہو چکا اور یہاں اس آیت اور اس اثر سے معلوم ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس نزول امر کو نبوت لازم ہے نہ نایت مافی الیاب ملائکہ کو حسب اصطلاح نبی نہ کہو پر نبوت بمعنی نزول او امر ہر حال ثابت ہے اور یہ بات پہلے ثابت ہو چکی کہ یہ زمین سب زمینوں سے اوپر ہے اور نہ زمینیں اوپر تلے اس کے تلے واقع اور نزول اوپر سے کسی چیز کے جانے کو کہتے ہیں اس صورت میں نزول امر ادھر سے ادھر کو ہو گا تا کہ مضمون بینہ متحقق ہو۔ کیونکہ اگر نزول احکام الہی اور اصنی باقیہ میں لو واسطہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہوا کرتا تو در صورتیکہ مرجع تفسیر جمع مذکور میں اور اصنی بھی داخل ہوں تو یوں نہ فرماتے بلکہ تینزل الافرئین یا علیہن فرماتے واللہ اعلم باقی اس کی تصبیح میں مینودۃ تاویل میں جب گھر میں جو معنی تبادر کے لینے میں کچھ دقت ہو بلکہ انصاف سے دیکھے تو معنی حقیقی ہیں ہیں کہ ادھر سے ادھر کو نزول سمجھا جائے۔ اور وحی مذکورہ لو واسطہ محی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیچے کے انبیاء کو اس طرح پہنچنے حکام کے احکام ملازمان بالادست کے واسطے سے ملازمان ماتحت کو پہنچتے ہیں اور وہ مضمون علم الاولین والآخرین بنسبت انبیاء ماتحت اس طرح سے راست ہو کہ اول آپ کو وحی آئی

اور پھر ملائکہ کے واسطے سے ان کو پہنچی اور یہ نہیں تو نہ سہی مجرد حصول جمیع علوم ہی کافی ہے یوں ہو یا جیسے علوم انبیاء زمین ہذا حاصل ہو کے باقی رہا آپ کا و عصف بنوت میں واسطہ فی العروض اور موصوف بالذات ہونا اور انبیاء ماتحت علیہم السلام کا آپ کے فیض کا معرفت اور موصوف بالعرض ہونا وہ تحقق معنی خاتمیت پر موقوف ہے جس کی شرح و بسط کما فیہی اور پر کر چکا ہوں اب یہ گزارش ہے کہ مضامین سابقہ کو فرادی فرادی اگر دیکھئے تو عجب نہیں کہ بعضے محبتی الامتی تسلیم میں کچھ حیلہ و حجت کریں اور بعضے نامعقول معقولی باین خیال کہ اکثر استلالات مذکورہ انی نہیں سو کیا امتیاز تکرار سے پیش آئیں یہ اہل فطانت و فراست اور اہل حدیث سے تو یوں امید ہے کہ جیسے اختلاف تشکلات کو دیکھ کر بعد ملاحظہ فریب و بعد باہمی و لحاظ کمردیت ارض و سما یہ سمجھے کہ نور قمر نو آفتاب سے مستفاد ہے ایسے ہی بعد لحاظ مضامین مستورہ فرق مراتب انبیاء کو دیکھ کر یہ سمجھیں کہ کمالات انبیاء سابق اور انبیاء ماتحت کمالات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے مستفاد ہیں اور جیسے اختلاف تشکلات وغیرہ تنہا تنہا دلالت مطلوب میں کافی نہیں اسی طرح مضامین مذکورہ فرادی فرادی کو کسی بد فہم کو کافی نہ معلوم ہوں پر سب ملکر لاریب مضمون معلوم پورا تھی تو دلالت ضرور کرتی ہے جتنے اختلاف تشکلات قمر وغیرہ استفادہ مذکورہ پر یا یوں کہئے جیسے بہت عوارض عامہ سے ملکر ایک خاصہ مطلق پیدا ہو جاتا ہے اور خاصہ بن جاتا ہے چنانچہ رسم ناقص ایسا خوبی کے دیکھنے سے ظاہر ہے ایسے ہی دلائل مذکورہ اگر کسی کی نظروں میں تنہا تنہا نام بھی ہوں تو سب ملکر مطلوب مذکورہ کے مساوی ہی ہو جاتے ہیں مگر یہ بات بطور تنزیل و خرم و احتیاط معروض تھی ورنہ نظر قابیر اور فکر صاحب اور طبع سلیم اور ذہن مستقیم اور عقل و تقاد اور قلب ذکی ہو تو سب امور مذکورہ منجملہ خواص ختم نبوت مطلق ہیں قلت فرمت و کثرت مشاغل و تقاضا رسا مکل نہوتا تو انشاء اللہ اس دعوے کے ثبوت اجمالی کو مفصل کہتا سو جیسے دھوپ کو دیکھ آفتاب کے طلوع میں اور دھواں دیکھ کر آگ کے وجود میں اور خوشبو سونگھ کر

عطر کے ہونے میں اور کسی کی آواز سن کر اس کی یا مطلق انسان کے ہونے میں تاویل نہیں رہتا۔ ایسے ہی امور مذکورہ سے ختم نبوت مطلقہ پر استدلال قابل تاویل نہیں اور یہیں سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ تمام استدلالات انی محل تاویل نہیں ہوتے ورنہ خدا کی عذابی جو عالم کو دیکھ کر معلوم ہوتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت جو اعجاز وغیرہ سے ثابت ہوتی ہے یا کسی کی ذکاوت کسی کی عبادت کسی کی سخاوت کسی کا بخل کسی کی شجاعت کسی کا بہن جو آثار معلومہ سے معلوم ہوتے ہیں سب محل تاویل ہو جائیں مگر اس کے کیا کہا جائے گا کہ جیسے یہ امور تنہا تنہا خود اس مدلولات میں یا مثل عوارض عامہ مجتہدہ جمع ہو کر خاصہ بن جاتے ہیں جیسے خواری اور اخلاق سمیہ اور دعوت الی الدین نہوانی کے کسی اور میں نہیں ہوتی ایسے ہی اور مسطورہ اور اراق گذشتہ جو دربارہ اثبات خانیت بطور مذکورہ ذکر کئے گئے ہیں تنہا تنہا یا ہم ملکہ مطلوب معلوم کے ساتھ خاص ہیں اب یہ گذارش ہے کہ ہر چند آیت اللہ الذی خلق سبع سموات کی یہ تفسیر کسی اور نے نہ لکھی ہو پر جیسے مفسران متاخر نے مفسران متقدم کا خلاف کیا ہے میں نے بھی ایک نئی بات کہہ دی تو کیا ہو اسے مطابق آید اگر اس احتمال پر منطبق ہوں تو البتہ گنجائش تکفیر ہے اور یوں کہہ سکتے ہیں کہ موافق حدیث من فسوا القرآن باین فقد کفر یہ شخص کافر ہو گیا پر اس صورت میں یہی گنہگار تنہا کافر نہ بنے گا یہ تکفیر بڑی بڑوں تک پہنچے گی۔ ہاں اگر انصاف ہو تو اس حدیث کے معنی میں عرض کرتا ہوں سنئے مفہوم کلی ہزار ہا افراد پر منطبق آتا ہے۔ ہر فرد میں اس کے لئے احتمال صحیح ہوا کرتا ہے سو اگر آیات قرآنی میں کوئی امر کلی مذکور ہو تو دربارہ احتمالات فرد ہے خواہ ان میں باہم نسبت توارد علی سبیل البدیہہ ہو یا نہ ہو وہ آید محل ہوگی سو ان احتمالات میں سے کسی ایک احتمال کو بے دلیل متعلق کر دینا یا اس قرینہ اچھ سمجھنا درپردہ دعوی نبوت ہے جس کی وجہ سے ہر شخص آج کافر گنا جاتا ہے ہاں اگر کوئی دلیل عقلی یا نقلی ہو یا کوئی قرینہ عقلی یا نقلی ہو اور پھر ہقدر قوت دلیل و قرینہ کوئی شخص کسی احتمال کو راجح کہے تو ہرگز کفر نہیں ورنہ ہمیشہ تک واقف و نکات

کا نکتہ پہلے آنا چاہیے بعض الفاظ اس حدیث سے مرفوعہ مثل لا یستیع منہ العلماء ولا یخلق عن كثرة
 الذل ولا یقتضی عجا ئبہ اس پر دلالت کرتے ہیں کیونکہ صحیح ہو سکتا ہے ہاں جب کوئی
 دلیل ہے نہ کوئی قرینہ تو پھر ترجیح احد الاحتمالات محض اپنی عقل نارسا کا ڈھکوسلا
 ہے اور اس کو تفسیر بالرائی اعمی تفسیر بالہوی اور تفسیر عند لفظ کہہ سکتے ہیں ورنہ
 تفسیر بالرائی کیوں کہتے ہو تفسیر بالدلیل یا بالقرینہ کہو اگر تو ضیح بالمتثال مد نظر ہے
 تو سنئے کہ عقل ایک خوردبین اور دور بین معلومات دقیقہ اور مضامین دور دراز
 سمجھے جیسے اسبام صغیرہ و بعیدہ بوسیلہ خوردبین دور بین خوب و ضیح اور پاس معلوم
 ہوتے ہیں ایسے ہی بوسیلہ عقول صافیہ و سلیمہ مضامین دقیقہ اور معلومات بعیدہ
 واضح اور اقرب الی الذہن معلوم ہوتی ہیں مگر جیسے مدارکات خوردبین و دور بین حقیقت
 میں عین معلوم نہیں ہوتا اور نہ فرق مقدار اور تفاوت بعد کی کوئی صورت نہ تھی
 بلکہ معلوم کی ایک مثال اور شیخ ہوتی ہے ایسے ہی وقت اور اک معلومات دقیقہ و بعیدہ
 کفر یا درجو کچھ ذہن میں آتی ہے ایک مثال اور شیخ مضامین مذکور سمجھئے مگر جیسے شیخ
 آئینہ میں ملاء و اعضاء اجزا ذوی شیخ رنگ آئینہ بھی جو کچھ بوسیلہ فرض کیجئے
 یا سرخ لاحق ہو جاتا ہے اور اس رنگ کو انر ذی شیخ نہیں کہہ سکتے اثر آئینہ
 کہتے ہیں ایسے ہی کہئے بعض مضامین زائد از اصل معلوم شیخ معلوم کو ذہن میں
 آکر لاحق ہو جاتے ہیں اور اس لحوق کے باعث ان کو اصل معلوم کی طرف نسبت
 نہیں کر سکتے بلکہ ذہن عالم کی طرف کئے جاہیں گے جب یہ مثال اور یہ تمہید ذہن
 نشین ہو گئی تو اب سنئے کہ تفسیرین امر محمل کو واضح کر دیتی ہیں کچھ بڑھاتی کھٹاتی نہیں
 انسان کو اگر حیوان ناطق کہا تو ایک امر محمل کو واضح کر دیا ہے زائد از اصل کچھ بڑھا
 نہیں دیا سو بعینہ وہی ذمہ ہے جو ادراک خوردبین میں ہوتا ہے اور اس وجہ سے
 اگر ہم تصویر آئینہ کو تفسیر ذی تصویر کہیں تو بجا ہے اور سفید جسم کو اگر سبز
 آئینہ کی خوردبین سے دیکھیں تو اس رنگ سبز کو جو تصویر آئینہ میں لاحق ہو
 جاتا ہے اور رنگ اصلی معلوم ہو جاتا ہے تفسیر بالمرآة کہیں تو زیبا ہے ایسے ہی

وہ مضامین جن سے مرتبہ اجمال میں کچھ تعرض نہ ہو اور کسی کی رائے یعنی عقل کی جانب سے لاحق ہو جائیں تو پھر ان کو تفسیر بالرائے کہیں تو کیا ہے جاسے بہر حال تفسیر مثل ایضاح خود وہیں توضیح ہوتی ہے، انشاء اللہ اور ایجاد نہیں ہوتا چھوٹی چیز بڑی ہو جاتی ہے اشیا معدومہ موجود نہیں ہو جاتی سو چھوٹی چیز کا بڑا معلوم ہونا بھیہ از قسم توضیح مقدر ہے ایسے کسی رنگ کا صاف نظر آتا تو ضح کون سفید کا سیاہ یا سرخ و سبز معلوم ہونا تو ضح رنگ سفید نہیں بلکہ تفسیر رنگ ہے جس میں ایک رنگ کا اعداد اور دوسرے رنگ کا ایجاد ہے اس تقریب یہ شبہ کہ مقدر زائد بھی اصل حقیقت سے زائد ہے مرفوع ہو گیا دوسرے جس چیز کا اور اک بوسیله مرایا و مناظر مطلوب ہو اکثر ہے اس قسم کی جو بات بوسیله مرایا معلوم ہوگی منجملہ تفسیر سمجھی جائے گی۔ سو وہ بات اگر اصل مجمل ہے تب تو تفسیر بالاصل ہوگی نہیں تو تفسیر بالمرآة کہیں گے۔ اور جو چیز بوسیله مرایا و مناظر مطلوب ہی نہیں ہوتی وہ بات اگر معلوم بھی ہوتی تو اس کو تفسیر کیوں کہئے تفسیر تو اس کو کہنا چاہئے جس سے کوئی اجمال مبدل بہ تفصیل اور کوئی اشکال مبدل بالخلال ہو اور ظاہر سے کہ مقادیر اور مواضع بوسیله مرایا و مناظر مطلوب نہیں ہو کرتے ورنہ لازم آئے کہ اصل مقصد اشیا مبصرہ بالمرایا اور مواضع اشیا مذکورہ وہ ہو اگر میں جو بوسیله خود وہیں یا دور بین معلوم ہوں بالجمہ تفسیر بالرائے وہ ہے جو امر مجمل و مخسر میں اصلانہ ہو بلکہ اس امر میں کلام مجمل ساکت ہو اور مرتبہ تفسیر و تفصیل میں وہ امر داخل کیا جائے۔ اور ظاہر ہے کہ ایسے امور کا داخل کرنا تصرفات خیالی ہیں جو عمارے ہی مقول واقعہ کا کام ہوتا ہے باقی جو باتیں بوسیله کسی دلیل عقلی یا عقلی کے شامل کی جائیں اس کو اہل ظاہر کو تفسیر کہیں پر حقیقت میں تفسیر نہیں ہوتی۔ بلکہ دو کلاموں بعد الگ الگ کے معنوں کو اکٹھا کر دیا کرتے ہیں۔ ہاں اگر تفسیر کے ایسے معنی عام لیجئے جس میں یہ بھی شامل ہو جائے تو پھر اختیار ہے لامشاہت فی الاصطلاح بہر حال ایسی صورت میں تفسیر بالبدلی یا تفسیر بالقرینہ کہیں گے تفسیر بالرائے نہ کہیں گے

الفرغ من ناظران اور اہل حق کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ وہ بے وجہ فوارہ کفر نہ بنیں کہ جو سامنے آیا ایک کفر کا پھینٹا جڑا مولویوں کا کام یہ نہیں کہ مسلمان کو کافر بنا میں ان کا کام یہ ہے کہ کافر و نکو مسلمان کر میں اعتبار نہ ہو تو پہلے علماء کے افسانے یاد کرو سو اس زمانہ کے علماء سے ہو سکے تو اس گنہگار کو جس کا اسلام ہراسے نام ہے دست گیری فرما کر ورطہ ہلاکت سے نجات دیں اور مسائل سعادت تک پہنچائیں۔ وعا علینا الا البلاغ و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین محمد بن عبد اللہ علی خیر خلق محمد وآلہ وصحبہ اجمعین +

کتبہ العبد المذنب محمد فاسد الصدر یقی الذات تو سے

جواب دیگر اہل علمائے لکھنؤ

ہو المصوب معنی نہ رہے کہ حدیث مذکورہ معتقدین میں سے کسی کے نزدیک معتقد ہے مہاکن نے اس کے حق میں صحیح الاسناد کہا اور ذہبی نے حسن الاسناد کا حکم دیا۔ اور اس حدیث کے ثبوت میں کوئی عادت قاعدہ معتدہ نہیں ہے اور زمین کے طبقات بعد اگانہ ہونا بہت اہمادیت سے ثابت ہیں اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح سلسلہ نبوت اس طبقہ میں واسطے ہدایت سکان کے تیار ہوا اسی طرح سے ہر طبقہ میں سلسلہ نبوت کا واسطے ہدایت وہاں کے سکان کے تیار ہوا اور چونکہ بدلائل عقلیہ و نقلیہ لاتنا ہی سلسلہ کی باطل ہے لاجرم ہے کہ ہر طبقہ میں ایک مبداء سلسلہ ہو گا وہ ہمارے آدم کے ساتھ مشابہ کیا گیا اور ایک آخر سلسلہ ہو گا مگر وہ ہمارے خاتم کے ساتھ تشبیہ کیا۔ پس بنار علیہ اور انہ انبیاء طبقات تھانہ پر اطلاق خواتم کا درست ہے۔ اب یہ تین احتمال ہیں ایک یہ کہ خواتم طبقات تھانہ بعد عصر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوئے ہوں دوسرے یہ کہ مقدم ہوئے ہوں تیسرے یہ کہ ہم عصر ہوں احتمال اول بحدیث لانی بعد ہی وغیرہ باطل ہے۔ اور بر تقدیر احتمال ثانی آنحضرت خاتم انبیاء طبقات ہونگے اور بر تقدیر ثالثہ دو احتمال ہیں ایک یہ کہ نبوت آنحضرت معلوم کی مخصوص ساتھ ایک ہی طبقہ کے ہو اور آپ کی ناقبت یہ نسبت انبیاء اسی طبقہ کے ہو اور ہر طبقہ تھانہ میں وہاں کے خاتم کی رسالت

ہو اور ہر ایک ان میں کے صاحب شرع مجدد و خاتم انبیاء اپنے طبقات کا ہر دور کے
 ایک خاتم طبقات تھانہ بیخ شریعت محمدیہ ہوں اور کوئی ان میں کا صاحب شرع مجدد
 نہ ہو اور دعوت ہمارے حضرت کی عام اور ختم آپ کا بہ نسبت جملہ انبیاء قبلہ طبقات
 کے حقیقی ہو اور ختم ہر ایک خاتم باقیہ بہ نسبت اپنے اپنے سلسلہ کے اضافی ہوا احتمال
 اول بسبب عموم رسوخ بعثت نبویہ کے جس سے صاف آنحضرت صلعم کا مبعوث ہونا تمام
 عالم پر معلوم ہوتا ہے باطل ہے اور علماء و اہلسنت بھی اس امر کی تصریح کرتے ہیں کہ
 آنحضرت کے عصر میں کوئی نبی صاحب شرع مجدد نہیں ہو سکتا۔ اور نبوت آپ کی عام ہے
 اور جو نبی آپ کے بعد ہوگا وہ بیخ شریعت محمدیہ کا ہوگا چنانچہ تقی الدین سبکی سے جلال الدین
 سیوطی اپنے رسالہ الاعلام بحکم جیسے میں نقل کرتے ہیں۔

قل السبکی فی تفسیر ما من نبی الا اخذ اللہ علیہ الميثاق ان من بعث محمد فی زمانہ لیؤمن
 بہ و لیصوف دیوصی منہ بذاتک و فیہ من النبوة و تعظیم قدرہ مالا یحقی و فیہ مع ذالک انما علی
 تقدیر و مجیش فی زمانہم کیون مرسلا الیہم و یكون نبوة و رسالة عاملة لجمیعہ خلقہ من زمان ادم الی
 یوم القیامة و یكون الانبیاء و امہم من امتہ فالنبی صلعم نبی الانبیاء و لوافق بعثہ فی زمن ادم و نوح و ابراہیم
 موسیٰ و عیسیٰ و جبرائیل علی اسمہم الا یمان بہ و مقوتہ و لہذا یأتی بحیثہ فی آخر الزمان علی شریعہ و یوہب لنبی
 علیہ الصلوٰۃ والسلام فی زمانہ فی زمانہ موطنہ و ابراہیم و نوح و ادم کا زمانہ مستورین علی نبوتہم و رسالہم الی
 اور بحر العلوم مولانا عبد العلی اپنے رسالہ فتح الرحمن میں لکھتے ہیں مقتضی ختم
 رسالت و چیز است یکے آنکہ بعد ہی رسول نباشد و دیگر آنکہ شرع دے عام باشد
 و ہر کسیکہ موجود باشد وقت نزول شرع دے پر و واجب و فرض است و سرش انیکہ
 ہر رسل و اجراء شرع مستند از خاتم الرسالت اند چونکہ شرع دے عام باشد پس
 دیگرے صاحب شرع نباشد انتہی۔ تلامذہ کلام یہ ہے کہ حدیث ابن عباس صحیح
 و معتبر ہے اور اس سے طبقات تھانہ بیخ وجود انبیاء ثابت ہے اور بسبب بطلان
 اتنا ہی سلسلہ کے ہر ایک طبقہ میں ایک آخر انبیاء بہ نسبت اس طبقہ کے ہونا
 مرکوز ہے لیکن مطابق عقائد اہل سنت یہ امر ہے کہ دعوت ہمارے حضرت کی

عام تمام مخلوقات کو شامل ہے پس اس امر کا اعتقاد کرنا چاہیے کہ خواتم طبقات باقیہ
 بعد عصر نبویہ نہیں ہوئے یا قبل ہوئے یا ہم عصر وہ بتبع شریعت محمدیہ ہو گئے اور ختم ان کا
 نسبت اپنے طبقہ کے اصنافی ہو گا اور ختم ہمارے حضرت کا عام ہو گا اور تفصیل ان
 سب امور کی میں نے کما حقہ اپنے دور سالوں میں ایک مسیٰ بالایات البینات علی وجود
 الانبیاء فی الطبقات دو کے مسے یہ دافع الواس فی اثر ابن عباس کی ہے ہر گاہ یہ امر مشہور
 ہو چکا پس سمجھنا چاہیے کہ زید کو جس نے عبارت جو سوال میں مرقوم ہے لکھے ہر گاہ
 مماثلت سے انکار ہے اور صحت حدیث تعدد و ثبوت خواتم طبقات ثانیہ کا قائل ہے
 مخالف اہلسنت کے نہیں ہے نہ کافر ہے نہ فاسق بلکہ بتبع سنت مگر ہاں اگر نبیہ محمدیہ
 کو ساتھ اسی طبقہ کی خاص کرتا ہو اور ہر ایک خاتم کو صاحب شرع جدید سمجھتا ہو تو البتہ
 قابل مواخذہ کے ہے کیونکہ یہ امر خلاف نفوس و خلاف کلمات علماء معلوم ہوتا ہے اور اگر
 مجرد تعدد و خواتم کا قائل ہو اور ختم ہمارے رسول کو حقیقی بہ نسبت جملہ انبیاء و طبقات
 کے سمجھتا ہو اور ختم ہر ایک خواتم باقیہ کو انسانی کہتا ہو تو اس پر کچھ مواخذہ نہیں ہے واللہ
 اعلم حررہ الراجی عنور بہ القوی ابو الحسنات محمد عبدالحی تجاؤزل اللہ عن ذنبہ البلی والسخنی
 وحفظہ عن مرحبات العفی **ابو الحسنات محمد عبدالحی**۔ واقفی زید بوجہ اس تحریر کے کافر یا
 فاسق نہ ہو گا واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الكتاب **ابو الجیش محمد محمدی** کتبہ ابو الجیاء
 محمد نعیم غفر اللہ العلی الرب الیکیم اصحاب البیہب کتبہ ابو الجیش محمد مہدی عفا اللہ عنہ العباد
 اور محمد تمفییر و تفسیق و خروج پر علماء دیوبند و سہارنپور و گنکوہ والہ آباد و آگرہ اور
 سورت نے اتفاق کیا۔ واللہ علی ذالک اور سب جو ابونکو حرف بحرف لکھنے کی ضرورت
 نہیں کہ سب کے مطالبان دونوں جو ابوں میں آگئے فقط

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
تکمّلہ از مولانا محمد ادریس کاندھلوی

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده

ابعد بندہ آپیز محمد ادریس کاندھلوی کان اللہ لہ وکان ہو اللہ آمین اہل اسلام کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ سرزانیوں کو اپنی گمراہی اور غلط عقائد کے ثابت کرنے کے لئے کتاب اور سنت اور اقوال صحابہ و تابعین اور ائمہ دین اور فقہاء اور محدثین اور مفسرین اور متکلمین کے کلام میں تو کہیں تل رکھنے گنجائش نہیں ملتی اسلئے یہ گروہ حضرات اولیا اور عارفین کے تاہم اقوال قطع دیرید کر کے عوام کے سامنے پیش کرتا ہے تاکہ عوام ان حضرات اولیا کی وجہ سے کچھ نہ کہہ سکیں۔ حالانکہ ان بزرگوں کا صریح عقیدہ جو بین قرآن و حدیث کے مطابق ہوتا ہے وہ انکی کتابوں میں مذکور ہوتا ہے اس کو یہ لوگ نقل نہیں کرتے البتہ بزرگوں کے ان مبہم اور مجمل کلام کو نقل کر دیتے ہیں کہ جو کہ ان بزرگوں سے ایک خاص حالت سکر میں نکلا ہے جو باتفاق علماء حجت نہیں جیسا کہ منصور نے ایک خاص بیخودی کی حالت میں اتا لائق کہہ دیا۔ مگر جب اس حالت سے افاقہ ہوا تو ثابت ہوئے تو کیا کوئی عاقل منصور کے اتا لائق کہنے سے یہ استدلال کر سکتا ہے کہ ظلی اور بروزی الوہیت بندہ کو بھی مل سکتی ہے۔ اور لا الہ الا اللہ کے معنی یہ ہیں کہ خدا کے سوا کوئی مستقل خدا نہیں ہو سکتا البتہ ظلی اور بروزی خدا ہو سکتا ہے ماشاء کلا یہ صریح کفر اور ارتداد اس لابی بعدی میں یہ تاویل کرنا کہ منصور کے بعد کوئی مستقل نبی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ظلی اور بروزی نبی ہو سکتا ہے یہ بھی صریح کفر اور ارتداد ہے۔

اسی سلسلہ میں آج بھی سرزانی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ کا نام نامی سے رہے ہیں کہ معاذ اللہ مولانا محمد قاسم صاحب بھی خاتم الانبیاء کے بعد نئے نبی کا آنا جائز رکھتے۔ یہ مولانا پر صریح بہتان اور افتراء ہے اس بارہ میں حضرت مولانا کا تہذیب الناس کے نام سے ایک مختصر رسالہ ہے جو عجیب و غریب حقائق

و معارف اور نہایت دقیق اور عمیق علوم پر مشتمل ہے۔ ناظرین تو قصور فہم کی وجہ سے غلط فہمی میں مبتلا ہوئے اور زائفین اور ملحدین نے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے اس رسالہ کی ناقص عبارتیں ماقبل اور مابعد سے حذف کر کے لوگوں کے سامنے پیش کرنا شروع کر دیں جس سے عوام اور سادہ لوح، تردد اور تحیر میں پڑ گئے اس لئے یہ تعارضات اصلاح یہ ضروری سمجھا کہ مولانا محمد قاسم کے کلام کا خلاصہ سلیس عبارت میں پیش کر دیا جائے تاکہ لوگ غلط فہمی سے محفوظ ہو جائیں فاقول واللہ بالتوفیق و بیدارۃ المتعقبات و ہوا بہادوی الی سواد الطریق۔

خاتمیت ایک جنس ہے جس کی دو قسمیں ہیں ایک زمانی اور دوسری ربوبی خاتمیت زمانیہ کے معنی یہ ہیں کہ حضور سب سے اخیر زمانہ میں تمام انبیاء کے بعد مبعوث ہوئے اور اب آپ کے بعد قیامت تک کوئی نئی مبعوث نہیں ہوگا۔ اور خاتمیت ربوبیہ کے معنی یہ ہیں کہ نبوت و رسالت کے تمام کمالات اور مراتب حضور کی ذات بابرکات پر ختم ہیں۔ اور نبوت چونکہ کمالات عملیہ میں سے اس لئے خاتم النبیین کے معنی یہ ہوں گے کہ جو علم کسی بشر کے لئے ممکن ہے وہ آپ پر ختم ہو گیا اور حضور پر نور دونوں اعتبار سے خاتم النبیین ہیں زمانہ کے اعتبار سے بھی آپ خاتم ہیں اور مراتب نبوت اور کمالات رسالت کے اعتبار سے بھی خاتم ہیں۔ حضور کی خاتمیت فقط زمانی نہیں بلکہ زمانی اور ربوبی دونوں دونوں قسم کی خاتمیت حضور کو حاصل ہے اس لیے کمال مدح جب ہی ہوگی کہ جب دونوں قسم کی خاتمیت ثابت ہو۔ مولانا محمد قاسم صاحب فرماتے ہیں کہ حضور کی خاتمیت نہ ماننے قرآن اور حدیث متواتر اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ اور حضور کی خاتمیت نہ ماننے کا منکر ایسا ہی کافر ہے جیسا کہ رکعات نماز کا منکر کافر ہے۔ چنانچہ تحدیر الناس کے صفحہ پر تحریر ہے فرماتے ہیں۔

سو اگر الحلاق اور عموم ہے تب تو خاتمیت ظاہر ہے ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدالات التزامی ضرور ثابت ہے اور تصریحات

نبوی مثل انت منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ الا انہ لانی بعدی
اولکما قال ۔

یونہی ہر بطرز مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ
ہے اس باب میں کافی ہے۔ کیونکہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ
چکا ہے پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا ہے۔ کوالفاظ مذکور
بسنہ متواتر منقول نہ ہوں سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر
معنوں سے سماں ایسا ہی ہو گا جیسا کہ تواتر اعداد اور کلمات فرائض و
وترو وغیرہ باوجود یکہ الفاظ اجماد بیت مشعر تعدد اور کلمات متواتر نہی
جیسا کہ اس کا منکر کافر ہے ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہو گا۔ انتہی
کلامہ ۔

اس عبادت میں اس امر کی صاف تصریح موجود ہے کہ خاتمیت زمانیہ
کا منکر ایسا ہی کافر ہے جیسا کہ تعدد اور کلمات کا منکر کافر ہے مولانا مرحوم اس خاتمیت
زمانیہ کے علاوہ حضور کے لئے ایک اور معنی کر خاتمیت فرماتے ہیں جس سے حضور
کا تمام اولین اور آخرین سے افضل اعلم ہونا ثابت ہو جائے وہ یہ کہ حضور پر نور کلمات
نبوت کے منتہی اور خاتم ہیں۔ اور علوم اولین و آخرین کے معدن اور منبع ہیں جس
طرح تمام روشنیوں کا سلسلہ آفتاب پر ختم ہوتا ہے اسی طرح تمام علوم اور کمالات
کا سلسلہ حضور پر ختم ہوتا ہے ۔

معاذ اللہ مولانا مرحوم خاتمیت زمانیہ کے منکر نہیں بلکہ خاتمیت زمانیہ کے
منکر کو کافر سمجھتے ہیں لیکن اس خاتمیت زمانیہ کی فضیلت کے علاوہ خاتمیت ربیبہ
کی فضیلت بھی حضور کے لئے ثابت کرنا چاہتے ہیں تاکہ حضور کی تمام اولین و آخرین
پر فضیلت اور سیادت ثابت ہو۔ اور خاتمیت زمانیہ اور ربیبہ میں فرق یہ کہ خاتمیت
زمانیہ کے اعتبار سے حضور کے بعد کسی نبی کا آنا شرعاً محال اور ناممکن ہے اور
خاتمیت ربیبہ کے اعتبار سے لغز من محال اگر حضور کے بعد بھی کوئی نبی مسجوت ہو

تو حضور کی خاتمیت و ترتیبہ میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ بہر صورت آپ کمالات نبوت کے منتہی اور خاتم ہیں۔ آفتاب اگر تمام ستاروں سے پہلے طلوع کرے یا درمیان میں طلوع کرے، آفتاب کے منبع نور ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا اسی طرح بالفرض اگر حضور پر نور تمام انبیاء سے پہلے مبعوث ہوتے یا درمیان میں مبعوث ہوتے تو آپ کے منبع کمالات ہونے میں کوئی فرق نہ آتا اور یہ فرض بھی احتمال عقلی کے درجہ میں ہے ورنہ جس طرح خاتمیت زمانیہ میں حضور کے بعد نبی کا احتمال ہے اسی طرح خاتمیت ترتیبہ میں بھی آپ کے بعد نبی کا احتمال ہے اس لئے اگر انبیاء متاخرین کا دین، دین محمدی کے منافی ہو تو اعلیٰ کا ادنیٰ سے منسوخ ہونا لازم آئے گا۔ جو حق تعالیٰ شانہ کے اس قول

مَا نُنسَخُ مِنْ آيَةٍ اَوْ نُنسِئُهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا

کے خلاف ہے نیز جب علم ممکن للبشر آپ پر ختم ہو چکا تو آپ کے بعد کسی نبی کا مبعوث ہونا بالکل عبث اور بے کار ہوگا۔ حاصل یہ نکلا کہ خاتمیت و ترتیبہ کے لئے خاتمیت زانیہ بھی لازم ہے۔

مولانا مرحوم کے نزدیک اگر حضور کے بعد کوئی نبی مبعوث ہونا شرعاً جائز ہوتا تو لفظ بالفرض استعمال نہ فرماتے مولانا کا یہ فرمانا کہ بالفرض اگر آپ کے بعد کوئی نبی انگریز لفظ بالفرض خود اس کے محال ہونے پر دلالت کرتا ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ بات محال سے کسی طرح ممکن نہیں۔ لیکن اگر بالفرض محال تھوڑی دیر کے لئے اس محال کو بھی تسلیم کر لیا جائے تب بھی حضور کی خاتمیت و ترتیبہ اور آپ کی افضلیت اور سیادت میں کوئی فرق نہیں آتا یہ ایسا ہی ہے جیسے حضور کا یہ فرمانا کہ لو کان بعدی نبی لکان عمر، اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا، تو ظاہر ہے کہ حضور کا مقصود یہ نہیں کہ آپ کے بعد نبی کا احتمال ہے بلکہ یہ بتلانا مقصود کہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا بالفرض محال اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔ اس ارشاد سے حضور کی خاتمیت

اور عمر کی فضیلت ثابت کرنا مقصود ہے۔
اس کو اس طرح سمجھو کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اگر ایک پانچ سو بلکہ
ہزار پانچ سوں تب بھی ان سب کا نور آفتاب ہی سے مستفاد ہو گا تو اس یہ
مطلب نہیں کہ حقیقتہً ہزاروں پانچ سوں بلکہ مقصود آفتاب کی فضیلت ثابت
کرنا ہے کہ آفتاب تمام انوار اور شعاعوں کا ایسا خاتم ہے اور فتنہا ہے کہ اگر بالفرض
ہزار پانچ سوں تو ان کا نور بھی اسی سے مستفاد ہو گا۔

اس بالفرض ہزار پانچ سوں سے آفتاب کی فضیلت دو بالا ہو جائیگی
کہ آفتاب فقط اسی موجودہ قمر سے افضل نہیں بلکہ اگر جس قمر کے اور بھی ہزاروں
افراد فرض کر لئے جائیں تب بھی آفتاب ان سب سے افضل اور بہتر ہو گا اسی طرح
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام افراد نبوت پر فضیلت اور برتری بتلانا مقصود
ہے خواہ وہ افراد ذہنی ہوں یا خارجی محقق ہوں یا مقدر ممکن ہوں یا محال اور یہ
کہ حضور پر نور سلسلہ نبوت کے علی الاطلاق خاتم ہیں زمانہ بھی اور بتہ بھی
مولانا نے کہیں یہ نہیں فرمایا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد
نبی کا آنا مشرکاً جائز ہے بلکہ یہی فرماتے ہیں کہ جو شخص اس امر کو جائز سمجھے کہ حضور
کے بعد نبی کا آنا مشرکاً ممکن الوقوع ہے وہ کافر ہے اور قطعاً دائرہ اسلام سے
تاریخ ہے۔

چنانچہ مولانا محمد قاسم مناظرہ عیبیہ کے حصہ ۳۹ پر لکھتے کہ تاقیبت زمانہ
اپنا دین و ایمان سے تاحق کی تہمت کا البتہ کوئی علاج نہیں۔
پھر اسی کتاب کے حصہ ۱۰۲ پر لکھتے ہیں امتناع بالغیر میں کے کلام ہے
اپنا دین و ایمان ہے کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور نبی ہونے کا
احتمال نہیں جو اس قائل کو اسے اس کو کافر سمجھتا ہوں استہی۔
ناظرین باتمکین مولانا محمد قاسم کے ان عبارات اور تصریحات کے بعد
خود انصاف کریں کہ کیا مولانا محمد قاسم تاقیبت زمانہ کے منکر ہیں عا شا و کلا وہ

تو خاقیت زمانیہ کے منکر کو کافر سمجھتے ہیں۔ اس خاقیت زمانیہ کے علاوہ حضور
 کے لئے ایک اور خاقیت یعنی خاقیت ربیہ ثابت کرتے ہیں تاکہ حضور کی حقیت
 و سیادت خوب واضح اور نمایاں ہو جائے و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین
 و صلے اللہ علی خیر خلقہ سیدنا و علی آلہ و اصحابہ اجمعین و علینا معهم یا لکم الرزق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(حضرات صوفیاء کرام اور مسلمانہ ختم نبوت)

علمائے شریعت کی طرح تمام صوفیائے کرام بھی اس پر متفق ہیں کہ نبوت
در رسالت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی اور آپ کے بعد کوئی نبی
نہیں ہو سکتا۔ اور حضور پر نور کے بعد جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے وہ مرتد
اور دائرہ اسلام سے قطعاً خارج ہے۔

شیخ محی الدین ابن عربی رحمت اللہ علیہ

اور یہی شیخ محی الدین ابن عربی کا مسلک ہے کہ نبوت در رسالت بالکل ختم
ہو چکی البتہ نبوت در رسالت کے کچھ کمالات اور اجزاء باقی ہیں جو اولیٰ امت کو عطا
کئے جاتے ہیں۔ مثلاً کشف اور الہام اور روایئے صادقہ (سچا خواب) اور کرامتیں
اس قسم کے کمالات نبوت کے اجزاء ہیں۔ وہ چہرہ باقی ہیں۔ لیکن ان کمالات کی وجہ
سے کسی شخص پر نبی کا اطلاق کسی طرح جائز نہیں اور نہ ان کے کشف اور الہام
پر ایمان لانا واجب ہے ایمان فقط کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر ہے۔ نبی
کا تو خواب بھی وحی ہے مگر ولی کا خواب اور الہام ستر عاصبت نہیں۔ نبی کے خواب
سے ایک معصوم کا ذبح کرنا اور قتل کرنا بھی جائز ہے۔ مگر ولی کے الہام سے
قتل کا جواز تو کیا ثابت ہوتا اس استحباب کا درجہ بھی ثابت نہیں ہوتا اس کو
اس طرح سمجھو کہ اگر کسی شخص میں کچھ کمالات اور خصالتیں بادشاہ اور وزیر کی سی
پائی جائیں تو اس بنا پر وہ شخص بادشاہ اور وزیر نہیں بن سکتا۔ اور اگر کوئی اس بنا
پر بادشاہت اور وزارت کا دعویٰ کرے اور اپنے کو وزیر اور بادشاہ کہنے
لگے تو فوراً گرفتاری کے احکام جاری ہو جائیں گے۔ اسی طرح اگر کسی شخص میں

نبوت کے ہر اسمے نام کچھ کمالات پائے جائیں تو اس سے اس شخص کا منصب نبوت پر فائز ہونا لازم نہیں آتا بلکہ اگر کوئی شخص اپنے نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کرے تو وہ مرتد اور اسلام کا باغی سمجھا جائے گا۔ شیخ محی الدین ابن عربی کی صاف صاف تصریحات موجود ہیں کہ نبوت ختم ہو گئی۔ اب قیامت تک کسی کو منصب نبوت نہیں مل سکتا اور نہ کسی پر نبی اور رسول کا اطلاق جائز ہے البتہ نبوت کے کچھ کمالات اور اجزاء باقی ہیں۔ مگر کمالات نبوت اور اجزاء رسالت سے متصف ہونا انصاف بالنبوة کو مستلزم نہیں۔ تفصیل اگر درکار ہو تو مسک الختام فی ختم النبوة علی سید الانام رجب اس ناچیز کا رسالہ مکتبہ صدر لقیہ ملتان سے شائع ہوا ہے) اس کی طرف مراجعت کریں۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی قدس اللہ سرہ الشہاب ص ۵ میں فرماتے ہیں کہ شیخ اکبر نے اپنی خاص اصطلاح میں ولایت اور محدثیت کو نبوت غیر تشریحی کے لفظ سے تعبیر کر دیا۔ مگر اس گروہ کو نبی نہیں کہا جاسکتا ہے چنانچہ شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکومت لایا
 تو اب دنیا، اجزاء نبوت میں سے ایک جزو
 ہے تو لوگوں کے واسطے نبوت میں سے یہ
 جزو (درویا) وغیرہ باقی رہ گیا ہے لیکن
 اسکے باوجود نبوت کا لفظ اور تہی کا نام
 بجز مشرع (امرونی لانیوالا) کے اور کسی
 پر نہیں بولا جاسکتا تو نبوت میں ایک
 خاص وصف معین کی موجودگی کی وجہ
 سے اس نام کی لاجب بندش
 کر دی گئی۔

فاخبر رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم ان الرؤیا
 جزء من اجزاء النبوة
 فقد بقی للناس فی النبوة
 هذا وغیرہ و مع هذا
 لا یطلق اسما للنبوة
 ولا للنبی الاعلیٰ مشرع
 خاصة فحجر هذا الاسم
 لخصوص وصف معین
 فی النبوة .

جیسے کسی کی طرف مبشرات کی وحی آئی اور وہ
مبشرات اور جزائے نبوة میں سے ہیں اگرچہ صاحب
بشرہ نبی نہیں ہو جاتا۔ پس رحمت الہیہ
کے عموم کو سمجھو تو نبوة کا اطلاق اسی پر
ہو سکتا ہے جو تمام اجزائے نبوت سے
متصف ہو وہی نبی ہو۔ اور وہی نبوة ہے
جو متقطع ہو چکی اور ہم سے روک دی گئی
کیونکہ نبوة کے اجزاء میں تشریح بھی
ہے جو وحی ملکی سے ہوتی ہے

اور یہ بات

صرف نبی

کے ساتھ مخصوص ہے

کمن یوحی الیہا فی المبشرات
وہی جزء من اجزاء النبوة
وان لم یکن صاحباً بالمبشرة
نبیاً فنقطن لعموم رحمة
اللہ فما تطلق النبوة
الا لمن اتصف بالمجموع
فذاک النبی وذاک النبوة
التي حبرت علینا وانقطعت
فان من جملة ما التشریح
بالوحی الملکی فی التشریح
وذاک لا یكون الا النبی
خاصة۔

شیخ اکبر رحمۃ اللہ تعالیٰ ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

نبوة اٹھ جانے کے بعد آغا اولیاء کیلئے بجز
تعریفات کچھ باقی نہیں رہا اور اوامر و نواہی کے
سب دروازے بند ہو چکے اب جو کوئی محمد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور نبی
کا مدعی ہو (جیسے مرزا صاحب) وہ اپنی
طرف وحی شریعت آنے کا مدعی سے
خواہ شریعت ہماری شریعت کے
موافق ہو یا مخالف۔

فما بقی للاولیاء الیوم بعد
بعد ارتفاع النبوة الا لتقریفاً
وانسدت اجواب الاوامر الا
لہیة او التواہی فمن احماها
بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم
فہو مدعی شریعة اوحی بسہا
الیہ سواء وافق بہا شرعنا
او خالف۔

(فتوحات مکیہ ص ۳۷ ج ۳)

صوفیائے کرام کے شطحیات

حضرات صوفیائے کرام کے یہاں ایک خاص باب ہے جس کو شطحیات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور خود فتوحات مکیہ میں اس کا ایک باب ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرات صوفیہ پر کچھ باطنی حالات گذرتے ہیں جو ایک سنگر اور بے خودی کی حالت ہوتی ہے اس حالت میں ان سے ایسے کلمات نکل جاتے ہیں جو قواعد شریعت اور کتاب و سنت کے نصوص پر چسپاں نہیں ہوتے جیسے انا الحق اور سبحانی ما اعظم ثانی اور جب ہوش میں آتے ہیں تو ایسے کلمات سے توبہ اور استغفار کرتے ہیں

خود حضرات صوفیہ کی ان شطحیات کے بارے میں تصریحات موجود ہیں کہ کوئی شخص ہمارے ہاتھوں پر ہرگز عمل پیرا نہ ہو کہ جو ہم سے ان خاص حالات میں بے اختیار صادر ہوتی ہیں۔ بلکہ جس شخص پر یہ حالات نہ گذرے ہوں اس کو ہماری کتابوں کا مطالعہ بھی جائز نہیں اور یہ بھی تصریح کرتے ہیں کہ ہمارا کشف اور الہام کسی پر حجت نہیں ہمارا کشف صرف ہمارے لئے ہے۔ اور اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ مجھ پر یہ حکم نازل ہے وحی نازل ہوا ہے خواہ وہ حکم شریعت کے موافق ہو یا مخالف اگر وہ مدعی عاقل بالغ ہے تو قابل گردن زدنی ہے اور اگر عاقل بالغ نہیں تو اس سے اعراض کریں گے۔ حدیث میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو فاروق اعظم جیسے شخص کا بیخودی میں یہ حال ہوا کہ تموار لے کر بیٹھ گئے اور یہ کہنے لگے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ محمد رسول اللہ کا انتقال ہو گیا اس کی گردن اڑا دوں گا۔ صدیق اکبر آئے اور ان کلمات کو سنتے ہوئے گذر گئے۔ اور منبر نبوی پر جا کر خطبہ دیا۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الادل افا عن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم انکم صیت و انہم مبینون صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ابو بکر صدیق کے خطبہ سے

ہماری آنکھیں کھل گئیں۔ اور فاروق اعظم کو بھی اس حالت سے آفاقہ ہو گیا
اب قابل غور امر یہ ہے کہ فاروق اعظم کی زبان سے جو کلمات نکلے وہ غلبہ
حال میں نکلے حقیقت کے بالکل خلاف تھے۔ مگر چونکہ وہ ایک مسکرا اور بخود ہی
کی حالت تھی اسلئے صحابہ نے حضرت عمر کو معذور سمجھ کر سکوت کیا اور
کسی قسم کی ملامت نہیں کی اور اتباع صدیق اکبر کا کیا کیونکہ وہ مغلوب الحال
نہ تھے

شیخ محمد الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ صدیق اکبر خلیفہ
بلا فصل بنوئے نبی کا خلیفہ وہی ہو سکتا ہے جو حال پر غالب ہو اور جس پر حال
غالب آجائے وہ خلیفہ بلا فصل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے انبیاء کرام کبھی مغلوب
الحال نہیں ہوتے انبیاء کرام ہمیشہ حال پر غالب رہے ہیں اس لئے حضرات
صوفیہ کے اس قسم کے شطحیات شرعاً حجت نہیں اور نہ ان کا اتباع جائز ہے
البتہ وہ حضرات معذور ہیں اور ان پر ملامت جائز نہیں جیسے حضرات صحابہ
نے نہ تو فاروق اعظم کا اس قول میں اتباع کیا۔ اور نہ ان پر کوئی ملامت کی
مسلمانوں کو چاہیے کہ حضرات صوفیہ کے ان اقوال کا ہرگز اتباع نہ کریں
جو ان سے خاص حالات میں ہے اختیار نکل گئے۔ بلکہ ان کے اقوال کا اتباع
کریں جو انہوں نے سلسلہ عقائد میں بیان میں لکھے ہیں۔ و آخر دعوانا ان الحمد
للہ رب العالمین و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد خاتم الانبیاء و المرسلین
و علی آلہ و اصحابہ اجمعین و علینا معہم یا ارحم الراحمین۔

حتم شد

محمد رضا خان صاحب بیابوی کی علمی دیانت کا ایک نمونہ

اور قاسمیہ قاسم نانوتوی کی طرف منسوب جس کی "تخذیر الناس سے اور اس نے اپنے اس رسالہ میں کہا ہے بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہوتا بدستور باقی رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخر نبی ہے مگر اہل فہم پر روشن کر تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں (صمام الحرمین مطبوعہ ۱۹۴۵ء صفحہ ۲)

والقاسمیة المنسوبة الی قاسم النانوتوی صاحب تحذیر الناس وهو لفاعل فیہ ولو فرض فی من مئہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بل لو حدث بعدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی جدید لم یخل ذالک بخاتمیة و انما یتخیل العوام انما صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین مع انہ لافضل فیہ اصلاً عند اهل الفہم الی آخر۔ (صمام الحرمین طبع ۱۹۴۵ء ص ۱)

اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ جہارت "تخذیر الناس" میں مسلسل نہیں ہے بلکہ اس ایڈیشن کے مندرجہ ذیل صفحہ میں متفرق جگہ درج ہے قارئین خود ملاحظہ فرمائیں۔

• بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہوتا بدستور باقی رہتا ہے۔ ص ۲

• بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی مسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ ص ۳

• عوام کے خیال میں تو رسول اللہ مسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابقین کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔

نوٹ

اور پھر طرہ یہ کہ ان جملوں کے معنی بھی فاضل بریلوی نے خود سائمنٹ پہنائے ہیں۔ ان جملوں کا صحیح مفہوم معلوم کرنے کیلئے مولانا ادریس کا مکملہ ضرور ملاحظہ فرمائیں جو صفحہ ۵۳ سے آخر کتاب تک درج ہے۔

عورتوں اور بچوں کے لئے بہترین اسلامی کتابیں

اسوۂ رسول اکرم	سربٹ کی مستند کتب سے زندگی کے ہر پہلو کے متعلق جامع ہدایات۔ ڈاکٹر عبدالمنعم
اسوۂ صحابیات اور سیرۃ الصحابیات	سہ ماہی نوائین کے حالات۔ مولانا عبدالسلام ندوی
تاریخ اسلام کامل	سوال و جواب کی صورت میں مکمل میرٹ فیلڈ۔ مولانا محمد میاں
تعلیم الاسلام	۱۱۱ سوال و جواب کی صورت میں مفاد اور احکام اسلام۔ مفتی محمد کفایت اللہ
تعلیم الاسلام	ڈاکٹری سوال و جواب کی صورت میں مفاد اور احکام اسلام۔ زبان انگریزی۔
رسول عربی	آسان زبان میں سیرت رسول اکرم اور فضیلتیں
رحمت عالم	آسان زبان میں مستند سیرت فیلڈ۔ مولانا سید سلیمان ندوی
بیماریوں کا گھریلو علاج	برہنس کی بیماریوں کے گھریلو علاج و نسخے۔ بی بی ام افسس
اسلام کا نظام عفت و عصمت	اپنے موضوعات پر مفقذ کتاب۔ مولانا حفیظ الرحمن
آداب زندگی	پارہجودی کتابوں کا مجموعہ حقوق و معاشرت پر۔ مولانا اشرف علی
بہشتی زیور	دو سہ گیارہ حصے، احکام اسلام اور گھر بھر اور کی جامع مشہور کتاب۔
بہشتی زیور	دو حصے، احکام اسلام اور گھر بھر اور کی جامع کتاب۔ زبان انگریزی۔
تحفۃ العروس	صنف آازک کے موضوعات پر ماہر زبان میں پہلی جامع کتاب۔ محمود مہدی
آسان نماز	فہرہ مکمل۔ بخشش کیلئے اور چالیس مسنونہ دعائیں۔ مولانا محمد عاشق انصاری
شرعی پردہ	پردہ اور حساب پر عمدہ کتاب۔
مسلم خوانین کیلئے بیس سبق	عورتوں کے لئے تسلیم اسلام۔
مسلمان بیوی	مرد کے حقوق عورت پر۔ مولانا محمد امجد نسائی
مسلمان خاوند	عورت کے حقوق مرد پر۔
میاں بیوی کے حقوق	عورتوں کے وہ حقوق جو مرد اور انہیں کرنے۔ مفتی محمد الفتنی
نیک بیبیاں	پارہ مشہور سماجی نوائین کے حالات۔ مولانا انور حسین
نوائین کیلئے شرعی احکام	عورتوں سے متعلق جلد مسائل اور حقوق۔ ڈاکٹر عبدالمنعم عابدی
تنبیہ الغافلین	پہلی ہونے پر تفسیریں کیجا: اقوال اور سوانح اور روایات کے ساتھ تفسیر و ترویج۔
آنحضرت کے ۲۰۰ معجزات	آنحضرت کے ۲۰۰ معجزات کا مستند تذکرہ۔
قصص الانبیاء	دنیا علیہ السلام کے قصوں پر مشتمل جامع کتاب۔ مولانا ابراہیم سرور
حکایات صحابہ	صحابہ کرام کی مکینا و حکایات اور واقعات۔ مولانا زکریا صاحب
گناہ بے لذت	ایسے گناہوں کی تفصیل میں ہے جس کوئی ناکرہ نہیں اور ہم مبتلا ہیں۔

وزارۃ ایشاعتی اڈیشنل ڈائریکٹر کراچی فونو ۲۱۳۷۷

Email: ishaat@cyber.net.pk, ishaat@pk.natsol.com

تجویر الناس



DRU-3054